ماہنامہ خالد ربوہ

اکتوبر، نومبر ۱۹۸۹ء

ایڈیٹر
خالد مسعود

مکرم محمود احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ ربوہ

خالد

جلد ۳۶-۳۷ || شمارہ ۱۲-۱

اخاء، نبوت ۱۳۶۸ ہش اکتوبر، نومبر ۱۹۸۹ء

قیمت: سالانہ تیس روپے ؛ فی پرچہ: تین روپے

ایڈیٹر

خالد مسعود

اِس شمارے میں:

پبلشر: مبارک احمد خالد ؛ پرنٹر: قاضی منیر احمد ؛ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ ؛
مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دار الصدر جنوبی - ربوہ ؛

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیّہ کا فارسی منظوم کلام!

عجب نوریست در جانِ محمدؐ　　عجب لعلیست در کانِ محمدؐ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان میں ایک عجیب نور ہے۔ محمدؐ کی کان میں ایک عجیب و غریب لعل ہے

ندانم ہیچ نفسے در دو عالم　　کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ

دونوں جہان میں مَیں کسی شخص کو نہیں جانتا۔ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سی شان و شوکت رکھتا ہو

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش　　محمدؐ ہست بُرہانِ محمدؐ

اگر تُو اُس کی سچائی کی دلیل چاہتا ہے تو اس کا عاشق بن جا کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی خود محمدؐ کی دلیل ہیں

سرِ دارم فدائے خاکِ احمدؐ　　دلم ہر وقت قربانِ محمدؐ

میرا سر احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خاکِ پا پر نثار ہے اور میرا دل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہے

فدا شد در رہش ہر ذرّۂ من　　کہ دیدم حُسنِ پنہانِ محمدؐ

اُس کی راہ میں میرا ہر ذرہ قربان ہے - کیونکہ مَیں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مخفی حُسن دیکھ لیا ہے

دگر اُستاد را نامے ندانم　　کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

مَیں کسی اَور اُستاد کا نام نہیں جانتا۔ مَیں تو صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مدرسہ کا پڑھا ہوا ہوں

بدیگر دلبرے کارے ندارم　　کہ ہستم کشتۂ آنِ محمدؐ

اور کسی محبوب سے مجھے واسطہ نہیں کہ مَیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ناز و ادا کا مقتول ہوں

کرامت گرچہ بے نام و نشان است　　بیا بنگر زغلمانِ محمدؐ

اگرچہ کرامت اب مفقود ہے۔ مگر تُو آ اور اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں دیکھ لے

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے چالیسویں سالانہ اجتماع پر

پیارے آقا کا روح آفریں پیغام

پیارے خدام و اطفال!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان ہے کہ ایک لمبے انتظار کے بعد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو ربوہ میں سالانہ اجتماع منعقد کرنے کی اجازت ملی ہے۔ ہر چند کہ یہ اجازت بجھی بجھی سی ہے اور اتنے بڑے اجتماع پر یہ پابندی قابل فہم نہیں کہ بیت الاقصیٰ کے احاطے کے اندر بھی ہو اور لاؤڈ سپیکر کا استعمال نہ ہو مگر پھر بھی بہر حال ایک قدم حقوقِ انسانی کی بحالی کی طرف ضرور بڑھایا گیا ہے۔ خدا کرے کہ یہ کوئی اتفاقی فیصلہ ثابت نہ ہو بلکہ ایک عادلانہ اور شریفانہ رجحان کی نشاندہی کرتا ہو۔ بہر حال ہمیں جہاں نظم و ضبط اور صبر کی تعلیم ہے وہاں شرافت کے ادنیٰ اظہار پر بھی اظہارِ تشکر کرنا سُنّتِ ابرار ہے۔

اس پہلو سے اس شرافت کی معمولی جھلک پر بھی خدام الاحمدیہ کو حکومت وقت کا ممنون ہونا چاہیئے اور سب سے بڑھ کر اپنے خدا کا شکر گزار ہونا چاہیئے۔ حکومت کا ممنون ہونا تو امتثالِ امر ہے۔ ضروری نہیں کہ یہ جذبۂ تشکر کسی قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے لیکن اپنے رب کا ممنون ہونا اور بہت سی نعمتوں کے نزول کا باعث بنتا ہے اور ہر شکر گزار بندہ اپنے رب کے اس پیارے وعدے کو پورا ہوتا ہوا دیکھتا ہے کہ

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ

پس صبر اور شکر کا جو گہرا رشتہ خدا نے باندھا ہے، اس رشتہ کو مضبوطی سے قائم رکھیں۔ اور جہاں خدا کے صابر بندوں میں آپ کا شمار ہو وہاں شکر گزار بندوں میں بھی آپ لکھے جائیں۔

یہ اجتماع حسب سابق وعظ و نصیحت، تقریروں اور علمی و جسمانی مقابلوں کا اجتماع بھی ہوگا اور حسبِ سابق اِن مبارک ایام میں آپ کو دُعاؤں کی بھی بہت توفیق ملے گی لیکن ایک نصیحت ہے کہ اِس اجتماع کو امتیازی طور پر دُعاؤں کا اجتماع بنا دیں۔ گزشتہ رات خدا تعالیٰ نے مجھے یہ خوشخبری دی ہے کہ جماعت اگر دعاؤں سے چمٹی رہے تو اللہ تعالیٰ ہرگز اسے شقی نہیں بنائے گا۔ اور اپنے فضل سے حیرت انگیز قدرت نمائی فرمائے گا۔

اطفال الاحمدیہ کی ذمہ داری بھی چونکہ مجلس خدام الاحمدیہ پر ہے، اس لیے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اِس امانت کا بہترین حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر پہلو سے ان کی ایسی عمدہ تربیت کی توفیق بخشے کہ جہاں آئندہ آنے والی نسلیں موجودہ نسلوں سے بہتر ثابت ہوں وہاں ان کی خوبیاں آپ کی نیک تربیت کی مرہونِ منت ہوں اور ان کا عظیم اجر ہمیشہ آپ کو بھی پہنچتا رہے۔

اِس دفعہ آپ نے صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کا انتخاب کرنا ہے۔ اللہ اپنے فضل سے ہر پہلو سے بہترین انتخاب کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو اور آپ امن اور محبت، نیکی اور ذکرِ الٰہی اور درود و ثناء کی فضاء میں یہ مبارک دن گزاریں۔ ربوہ میں آپ کا داخلہ بھی صدق کا داخلہ ہو اور ربوہ سے آپ کا خروج بھی صدق کا خروج ہو۔ اللہ کرے کہ آپ ہر لحظہ خدا کی حفاظت کے سایہ میں بیش از بیش ترقیات کی صراطِ مستقیم پر گامزن رہیں۔ خدا حافظ

والسّلام

خاکسار

مرزا طاہر احمد

امام جماعت احمدیہ (الرابع)

تنظیموں کو سب دنیا میں زندہ اور فعال بنانے کی ضرورت ہے

آئندہ ذیلی تنظیموں کے صدر اپنے اپنے ملک کے صدر مجلس ہوں گے

اقتباس از خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بمقام بیت فضل لندن۔ بتاریخ ۳ نومبر ۱۹۸۹ء

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

وقت کے ساتھ ساتھ جماعت احمدیہ کی ذمہ داریاں بھی بڑھتی چلی جا رہی ہیں اور جہاں تک نظام کا تعلق ہے بظاہر بڑھتی ہوئی ذمہ داریوں کے نتیجے میں اس کو براہ راست پھیلتے ہوئے کاموں سے واسطہ نہیں رہنا چاہیئے اور سلسلہ وار بیچ میں دوسرے واسطوں کو پیدا ہونا چاہیئے کیونکہ یہی دنیا کا نظام ہے اور اسی طرح دنیا کے نظام بڑھتے اور پھیلتے ہیں لیکن جماعت احمدیہ میں یہ صورت نہیں ہے۔ "قدرت ثانیہ" کے ساتھ نظام کے ہر جزو اور ہر شعبے کا ایک ایسا گہرا براہ راست تعلق ہے کہ یہ تعلق محض نظام جماعت کے شعبوں سے ہی نہیں، ان سے پار اتر کر ہر فرد بشر سے بھی جہاں تک ممکن ہے یہ تعلق قائم ہوتا چلا جاتا ہے اور تعلق کے یہ دائرے پھیلتے چلے جاتے ہیں۔ بظاہر یہ بات ناممکن دکھائی دیتی ہے اور دنیا کے دانشور جنہوں نے غور اور قریب سے جماعت احمدیہ کا مطالعہ کیا ہے، وہ یہی نتیجہ نکالتے ہیں لیکن امر واقعہ یہی ہے کہ نہ صرف یہ کہ یہ ممکن ہوتا چلا جا رہا ہے بلکہ اس کی ضرورت اور بھی زیادہ شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔ ابھی حال ہی میں ایک کتاب کینیڈا سے شائع ہوئی ہے جس کا میں نے گزشتہ خطبہ میں بھی ذکر کیا تھا پروفیسر نینو گلٹیری (NINO GULTAIRY) نے ایک کتاب لکھی ہے CONSCIENCE AND COERCION اس میں جماعت احمدیہ کے نظام کا مطالعہ کرتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذہانت کی وجہ سے بہت گہرائی میں اترے ہیں۔ اور خصوصیت کے ساتھ "امامت" کا جماعت کے ساتھ رابطہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میرے لیئے یہ ایک ناقابل یقین چیز تھی مگر میں نے غور سے دیکھا تو یہ ناقابل یقین چیز واقعۃً موجود

پائی۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے لیئے بہت مشکل ہے کہ میں صحیح معنوں میں بیان کرسکوں جو میں نے دیکھا ہے مگر خلاصۃً یہ کہہ سکتا ہوں کہ (قدرتِ ثانیہ۔ناقل) اور جماعت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور دونوں اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ باہم پیوست ہیں کہ ایک کو دوسرے سے الگ شخصیت کے طور پر بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اپنے محبت کے تعلق میں، اپنے نظام کے تعلق میں، اپنے مسائل کے تعلق میں وہ ایک ہی وجود بن گیا ہے اور اس ضمن میں وہ ایک بہت ہی دلچسپ بات یہ لکھتے ہیں کہ میں نے جب (قدرتِ ثانیہ۔ناقل) کے کاموں پر غور کیا تو مجھے یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ ناممکن چیز ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ لیکن جب میں نے قریب سے دیکھا اور ملاقاتیں کیں تو مجھے پتہ لگا کہ واقعۃً یہ ناممکن، ممکن بنا ہوا ہے۔ بہت سے احمدیوں سے میں نے سوال کیا کہ آخر یہ کیوں ہوا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ یہ معجزہ ہے اور خدا کی ہستی کا ثبوت ہے اور اس بات سے ہمارے یقین زندہ رہتے ہیں اور ایمان تازہ ہوتے ہیں کہ جو چیزیں دنیا کی نظر میں ناممکن ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے جماعت میں ممکن کر دکھائی ہیں۔ تو وہ لکھتے ہیں کہ جو چیزیں ایک بیرونی نظر سے دیکھی جائیں لاینحل دکھائی دیتی ہیں جماعت احمدیہ کے نزدیک خدا کی زندہ ہستی ہے جس کا جماعت سے تعلق ہے اور وہ جماعت کے لیئے ناممکن کاموں کو ممکن بناتا چلا جاتا ہے۔

میں اُن کے اِس مطالعہ سے بڑا متاثر ہوا کیونکہ میں نے کبھی کسی مستشرق کو بیرونی جائزے کے سوا گہرائی میں اُترتے نہیں دیکھا۔ بڑے بڑے عالموں کی کتابیں میں نے پڑھی ہیں لیکن ان کے تمام مطالعے سرسری ہوتے ہیں اور جلد سے نہیں اُترتے۔ اس مصنف نے حیرت انگیز ذکاوت کا ثبوت دیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اندر روحانیت کا کوئی مادہ ہے جس کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے ان کو اندر اُترنے کی بصیرت عطا فرمائی خصوصًا نظامِ جماعت کا اُن کا مطالعہ درست اور قابلِ اعتماد ہے اور اِس پہلو سے یہ کتاب نہ صرف پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے بلکہ غیر از جماعت دوستوں اور غیر مسلموں کو بھی جماعت کا تعارف کروانے کے لیئے ایک بہت اچھی کتاب ہے۔ جہاں تک عقائد کی تفاصیل کا تعلق ہے، جہاں تک اختلافات کا تعلق ہے بہت معمولی جگہیں ایسی ہیں جہاں انسان کے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے کہ یہ اس بارہ میں نسبتاً زیادہ تفصیل سے گفتگو کر لیتے تو شاید یہ ایک آدھ سقم بھی باقی نہ رہتا۔ لیکن یہ چیزیں تو ہر مصنف کی کتاب میں خواہ وہ کیسا ہی گہرا محقق کیوں نہ ہو، پائی جاتی ہیں (............

.... جاتی ہیں) اس ذکر کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ جماعت احمدیہ کے ذیلی نظام پر غور کرتے ہوئے میں نے اس ضرورت کو محسوس کیا کہ اس کے روابط میں کچھ تبدیلی پیدا کی جائے اور اس تبدیلی کا رجحان اسی طرف ہے جو میں نے بیان کیا اور جو اس مصنف نے بھی محسوس کیا کہ ہر نظام کے ہر شعبے کا براہِ راست واسطہ "امامِ وقت" کے ساتھ پایا جاتا ہے جو کام کے پھیلنے کے باوجود درمیان میں منقطع نہیں ہوتا اور کسی اور تعلق کا محتاج نہیں رہتا۔............

.... نیویارک

سے ایک انجنیئر پہنچے ہوئے تھے، وہ ایک احمدیہ بیت الذکر کا تفصیلی نقشہ اور اس کی ساری PLAN اور مستقبل کے متعلق کہ کیا کیا وہاں ہوگا وہ سب چیزیں لے کر آئے تھے اور انہوں نے ان کو بتایا کہ جب تک ہم "امام وقت" کو دکھا کر اس سے تمام تفاصیل منظور نہ کروالیں اور مزید ہدایت حاصل نہ کرلیں، ہمیں تسلی نہیں ہوسکتی۔ اسلئے ہم مجبور ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ دنیا بھر میں اس طرح تفصیل کے ساتھ اتنے کام ہو رہے ہیں اور یہ سارے ایک ذات میں اکٹھے کیسے ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں انہوں نے بات چھیڑی۔

خدام الاحمدیہ، انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ کے انتظام میں مَیں نے یہ محسوس کیا ہے کہ ایک رخنہ پیدا ہوا ہے جو واسطے کی کمی کا رخنہ ہے اور وہ اس طرح کہ اب تک مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے دفاتر اور انصار اللہ مرکزیہ کے دفاتر اور لجنہ کے دفاتر ربوہ میں تھے اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ اِن معنوں میں مرکزیہ ہیں کہ تمام دنیا کی مجالس کے اُوپر وہ نظر رکھتے ہیں اور اُن کو نظر رکھنی چاہیئے اور اُن کے مسائل سے واقف ہیں اور ان کی راہنمائی کر رہے ہیں۔ مَیں نے چند سال پہلے یہ محسوس کیا کہ یہ بات درست نہیں ہے اور اَور بھی بہت سے رخنے وقت کے ساتھ مطالعہ کے نتیجے میں میرے سامنے آنے شروع ہوئے۔ اوّل یہ کہ دنیا کے اکثر ممالک کے حالات پر ان ذیلی مجالس کے دفاتر کی نہ نظر ہے نہ ہوسکتی ہے کیونکہ وہ بہت مختصر سا نظام رکھتے ہیں اور جماعتیں جو دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہیں اُن کے مسائل کی تفاصیل، ان کے حالات سے باخبری یہ ایک بہت ہی بڑا کام ہے جس کے لیئے بہت گہرے روابط اور مسلسل روابط کی ضرورت ہے اور محض ایک رابطے کی رَو کافی نہیں بلکہ مختلف رَویں چلنی چاہئیں جو ہر طرف سے رابطے کو ایک مضبوط دھارے کی شکل میں تبدیل کر دیں۔ خدام الاحمدیہ کے مرکز میں اگر صرف خدام الاحمدیہ کے بعض شعبوں کی طرف سے یا بعض مجالس کی طرف سے اطلاع آتی رہیں تو ان کو کچھ پتہ نہیں کہ لجنہ میں وہاں کیا ہو رہا ہے، وہاں انصار اللہ میں کیا ہو رہا ہے، وہاں جماعت کے عمومی رجحانات کیا ہیں اور وہ اِس باریک دھارے سے حاصل ہونے والی معلومات کے نتیجہ میں ایک نتیجہ اخذ کرتے اور اس کے اُوپر بعض احکامات جاری کرتے تو اس کے نتیجے میں بہت سی خرابیاں پیدا ہوسکتی تھیں۔ جو خرابی دکھائی دی وہ ایک معنی میں خوبی بن گئی کیونکہ روابط کم تھے، اس لیئے غلط فیصلے بھی کم ہوئے اور بہت کم ایسے مواقع پیش آئے کہ مجالسِ مرکزیہ نے مختلف ممالک کے بارے میں اپنی ذیلی تنظیموں سے تعلق رکھنے والے ایسے فیصلے کیئے جو بعد میں مشکلات کا موجب بن سکتے یعنی اوّل تو فیصلے ہی بہت کم ہوئے مگر جو فیصلے ہوئے ان میں ایسی مثالیں شاذ و نادر پیش آتی رہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تحریک جدید نے "امام وقت" کے سامنے اپیل کی کہ مجلس خدام الاحمدیہ یا مجلس انصار اللہ یا مجلس لجنہ اماء اللہ یہ اپنی ذات میں ایسے فیصلے کر لیتے ہیں، ان کو حالات کا پتہ ہی کچھ نہیں اور وہ جماعت کے لیئے مضر اور نقصان دہ ثابت ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ ایک اَور رابطہ بیچ میں قائم کر دیا گیا یعنی مجالس کے صدران تو وہی رہے لیکن وہ رفتہ رفتہ اس بات کے پابند کر دیئے گئے کہ تحریک جدید کو اپنا مشیر سمجھیں اور اس کے نتیجے میں ایک انوکھی شکل پیدا ہوگئی۔ تحریک جدید انجمن کا رنگ رکھتی ہے اور

نظامِ جماعت کے اُوپر، جہاں تک بیرونِ پاکستان کا تعلق ہے بیرونِ ہندوستان یا بیرونِ بنگلہ دیش بھی شامل کر لینا چاہیئے، سارے نظام کی ذمہ دار تحریک جدید ہے۔ لیکن جہاں ذیلی تنظیموں کے ایک قسم کے نائب کے طور پر یا مشیر کے طور پر کام کرنے لگی اور ذیلی تنظیموں میں یہ احساس پیدا ہونا شروع ہوا کہ یہ مشیر اتنا طاقتور ہے کہ اس مشیر کو ہم لگام نہیں دے سکتے اور جو مشیر تھا وہ عملاً نگران بن گیا لیکن عملاً نگران اس رنگ میں بنا کہ وکیل التبشیر بھی ان باتوں پر تفصیل سے غور کرنے کے بعد مشورے نہیں دیتا تھا بلکہ دفتری طور پر ایک قسم کی دخل اندازی کی ضرورت پڑ گئی۔ ....

..... جب اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داری میرے سپرد فرمائی تو مجھے یہ خیال آیا کہ مرکزی تنظیموں کے وقار کو بحال کرنے کے لیئے جب تک دنیا کے یہ قائدین مقرر ہیں ان کو اپنی ذمہ داری کا کچھ نہ کچھ احساس دلایا جائے اور ان سے کہا جائے کہ دنیا سے تعلق رکھو اور رابطے بڑھاؤ اور سفر اختیار کرو اور معلوم تو کرو کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس کے بعد جب اہم فیصلے کرو تو تحریک جدید سے ضرور مشورہ کرو لیکن بالعموم امام وقت سے جو ہدایتیں تمہیں ملتی ہیں وہ دنیا میں جاری کرو۔ اور اگر مرکزی کہلانا ہے تو مرکزی بنو۔ چنانچہ جب انہوں نے مرکزی بننا شروع کیا تو پھر بعض اور خامیاں سامنے آنی شروع ہوئیں۔ بہت سے ایسے غلط فیصلے ہونے شروع ہوئے جو پہلے کام نہ ہونے کے نتیجے میں نہیں ہوتے تھے۔ اب جب کام کھل کے ہونا شروع ہوا تو پتہ لگا کہ یہ محدود دائرے کی اطلاعیں ہیں اور محدود دائرے کی اطلاعات جب مرکز میں پہنچتی ہیں تو مرکزی دماغ ان معلومات پر صحیح فیصلہ کرنے کا اہل نہیں بنتا۔ اس لیئے لازماً اس سارے نظام کو "امام وقت" سے وابستہ کرنا پڑے گا اس طریق پر جس طریق پر دنیا کے باقی نظام وابستہ ہیں۔ اور بیچ سے یہ جو واسطے ہیں یہ ہٹانے پڑیں گے۔ چنانچہ امسال جلسہ سالانہ کے بعد میں نے مرکز یعنی پاکستان سے آئے ہوئے سلسلے کے مختلف بزرگوں اور انجمن اور تحریک اور بعض ذیلی تنظیموں کے نمائندوں سے مشورہ کیا تو سب کی بالاتفاق رائے یہی تھی کہ اس نظام میں تبدیلی کی شدید ضرورت ہے۔ چنانچہ آج میں اس تبدیلی کے متعلق اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ نظام میں تبدیلی سے مراد یہ نہیں ہے کہ خدام الاحمدیہ وغیرہ کے نظام بحیثیت نظام کے تبدیل کیئے جا رہے ہیں صرف رابطے میں تبدیلی کا نظام مراد ہے۔ تو فیصلہ یہ ہے کہ آئندہ سے جس طرح پاکستان کا صدر خدام الاحمدیہ انجمن کا ممبر بھی ہوتا ہے اور باقی ناظروں کی طرح براہ راست امام وقت کو جوابدہ ہوتا ہے اور اُس سے ہدایات لیتا ہے اور اس کے سامنے اپنے مسائل رکھتا ہے اس طرح باقی دنیا کے صدران مجلس خدام الاحمدیہ بھی براہ راست امام وقت سے تعلق رکھیں اور اپنی مرکزی مجالس کا واسطہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ نظام اس لیئے بھی ضروری ہے کہ آگے مجلس خدام الاحمدیہ مثلاً یا دوسری مجالس بھی ہیں، ان میں تفصیلی طریق کار یہ ہے کہ ایک منتظم بیرون بنایا جاتا ہے اور منتظم بیرون کی اپنی علمی حیثیت یا جماعت سے واسطے کی حیثیت یا کام کے تجربے کی حیثیت بالعموم ایسی نہیں

ہوتی کہ وہ تمام دُنیا کی مجالس پر جو دن بدن پھیلتی چلی
جا رہی ہیں اور ترقی پذیر ہوتی جا رہی ہیں، اُن پر نظر بھی
رکھے، ان کے حالات سے واقف ہو اور صحیح مشورہ صدر
کو دے سکے۔ اوّل تو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اپنی
ذات میں معلومات کا دھارا تنگ، اُوپر سے صدر اور
مجالس کے درمیان ایک اَور واسطہ پڑ جائے جو مجلس
بیرون کے سیکرٹری کا واسطہ ہو اس کو مہتمم کہا جاتا ہے
یا انصار اللہ میں غالباً کوئی اَور نام ہے۔ بہرحال اُس
بیچارے کو کچھ پتہ لگ ہی نہیں سکتا کہ کیا ہو رہا ہے۔
میں نے کیا فیصلہ کرنا ہے۔ یا تو من و عن ہر رپورٹ کو
اسی طرح قبول کرتا چلا جائے گا اور اس میں بعض غلط
مشورے آئیں گے تو اس کو پتہ نہیں لگے گا کہ اس کو قبول
کرنا ہے یا نہیں چنانچہ ایسے فیصلے بعض دفعہ غلطی سے
ہو گئے کہ ایک ایسا شخص جس کے متعلق "امام وقت" کو تو
علم تھا کہ وہ ایک بیرونی خطرناک تنظیم کا نمائندہ بن
کے جماعت میں داخل کیا گیا ہے لیکن اس کی تفصیل سے
تحریک کو بھی علم نہیں تھا۔ وہ سارے ملک کا صدر
منتخب ہو جاتا ہے اور مجلس مرکزیہ کی طرف سے منظوری
کی اطلاع چلی جاتی ہے یا جانے لگتی ہے تو بات علم میں
آجاتی ہے۔ ایسا ایک واقعہ اُس زمانے میں ہوا جب
میں خود تحریک جدید میں عارضی طور پر وکیل التبشیر کے
طور پر کام کر رہا تھا۔ چنانچہ ایک شخص کے متعلق چونکہ
میرا ذاتی تأثر (میں دنیا کا دورہ کر کے آیا تھا اپنے ذاتی
طور پر) ایسا تھا کہ جب اس کی اطلاع ملی کہ یہ کچھ اہم
عہدیدار بننے لگا ہے تو میں نے حضرت امام جماعت احمدیہ
الثالث سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا (آپ کی معلومات
اس سے بہت زیادہ تھیں جو میرا تأثر تھا) آپ نے بتایا
کہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فوری طور پر تحریری حکم دو کہ
یہ نام پیش ہو ہی نہیں سکتا اور فرمایا کہ ایسے معاملات
میں پہلے مشورہ کیا کریں جو بڑے اہم فیصلے ہیں۔ اور بعد
میں بھی ایسے اِکّا دُکّا واقعات ہوتے رہے تو اس وجہ
سے عملاً دنیا کی جو قیادت ہونی چاہیئے وہ دنیا کو نصیب
نہیں ہے۔ یعنی خدام الاحمدیہ، انصار اللہ اور لجنہ کو جو
ذاتی حق ہے کہ مرکزی قیادت ان کو حاصل ہو اور امام
وقت براہِ راست اُن سے تعلق رکھتا ہو، اُن کے حالات
پر نظر رکھتا ہو۔ اس سے محروم ہونے کی وجہ سے وہ
کاموں سے محروم ہو گئے ہیں اور اِلّا ماشاء اللہ وہ چند
مجالس جہاں امامِ وقت کا بار بار آنا جانا ہے یا عارضی
قیام ہے وہاں خدا کے فضل سے ایک نمایاں تبدیلی
پیدا ہوئی ہے اور اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ باوجود
اس کے کہ نظام تبدیل نہیں ہوا، عملاً ان مجالس نے
براہِ راست رابطے قائم کیے ہوئے ہیں اس لیئے خدا
کے فضل سے وہاں یہ کمزوریاں محسوس نہیں ہو رہیں۔
مگر ۱۲۰ ممالک میں پھیلی ہوئی جماعت میں پھیلی ہوئی
تنظیمیں موجودہ نظام کے مطابق تو سنبھالی جا ہی نہیں
سکتیں۔ لازماً ہر ملک کی ذیلی تنظیم کو براہِ راست امامِ
جماعت سے واسطے کا حق ہے اور اس کا یہ حق بحال
ہونا چاہیئے۔

جہاں تک بڑھتے ہوئے بوجھ کا تعلق ہے، میں
نے جیسا کہ بیان کیا ہے، اللہ تعالیٰ خود راہنمائی فرماتا
چلا جاتا ہے اور بوجھ ہلکے بھی کرتا چلا جاتا ہے اور
کاموں کو آسان کر دیتا ہے۔ اس سلسلے میں میں نے
جب غور کیا تو زندگی کی مثال اپنے سامنے رکھی۔
میں نے سوچا کہ خدا تعالیٰ نے جو نظام پیدا کیئے ہیں وہ

اتنے تفصیلی، اتنے گہرے ہیں کہ ایک شخصیت کا مرکزی
نقطہ یعنی اس کی CONSCIOUSNESS اس کا
شعور بیک وقت اس سارے نظام کی کس طرح نگرانی
کر سکتا ہے لیکن اس کے باوجود ایسا ہی ہے۔ زندگی کی
ہر جنس کے ہر جزو میں آپ کو یہی نظام کارفرما دکھائی
دے گا کہ مرکزی نقطہ اگر اسے دل کہیں تو اس کا براہ راست
سارے نظام سے واسطہ ہے۔ اگر اسے دماغ کہیں تو
اس کا بھی براہ راست سارے نظام سے واسطہ ہے
اور وہ جگہ جہاں دل اور دماغ اکٹھے ہو جائیں اس آخری
نقطے کا نام روح ہے اور اس کا بھی سارے نظام سے
واسطہ ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ اس بات پر غور کرتے
ہوئے مجھے ایک بہت ہی لطیف نکتہ سمجھ آیا۔ میں نے
UNCONSCIOUS BRAIN اور CONCIOUS BRAIN یا
UNCONSCIOUS یا CONSCIOUS MIND
UNCONSCIOUS MIND کے مسئلے پر غور کیا تو ایک
معمہ میرے لئے حل ہو گیا کہ نظام کس طرح جاری ہے
اور کیوں UNCONSCIOUS MIND بنتا ہے
اور کیسے بنتا ہے۔ چنانچہ مجھے خدا تعالیٰ نے یہ بات
سمجھا دی کہ آغاز زندگی کا CONSCIOUS MIND
سے ہوا ہے۔ کوئی چیز UNCONSCIOUS نہیں تھی۔
زندگی نے جو پہلی حرکت کی ہے وہ CONSCIOUS MIND
کے ذریعہ ہوتی ہے اور جب CONSCIOUS MIND
نے یعنی آخری احساس جسے ہم شعور کہہ سکتے ہیں، اُس نے
جب ایک نظام مکمل کر لیا اور اس کی خوب ایسی نگرانی
کی کہ وہ اپنی ذات میں جاری وساری ہو گیا تو اس کی
توجہ پھر اگلے قدم کی طرف خدا نے پھیری اور جو پہلا
حصّہ تھا اس کو لاشعور دماغ بنا دیا۔ وہ اسی دماغ
کا حصّہ تھا لیکن دب کر نیچے اُتر آیا اور اُس وقت تک
یہ واقعہ نہیں ہوا جب تک ۱۰۰ فیصدی اطمینان اور
کمالِ حسن کے ساتھ وہ حصّہ نظام کا جاری نہیں ہوا۔
اس پہلو سے جب میں نے انسانی زندگی پر غور کیا تو میں
یہ دیکھ کے حیران رہ گیا کہ زندگی کے صرف وہی شعبے
شعور کی طرف منسوب ہیں یا شعور سے تعلق رکھتے
ہیں جن میں ابھی درجۂ کمال حاصل نہیں ہوا۔ جو اپنی
ذات میں کلیۃً آزادانہ جاری وساری ہونے کی صلاحیت
اختیار کر چکے ہیں، ان کا تعلق بھی دماغ سے ہے مگر
لاشعوری دماغ سے رہ گیا ہے شعوری دماغ سے
نہیں۔ تو شعوری دماغ کی ترقی کے ساتھ لاشعوری
دماغ کی ترقی ہوتی ہے اور یہ ترقی اسی وقت ہوتی ہے
جب نظام کا ایک حصّہ کامل ہو جائے اور اپنے درجۂ
کمال کو پہنچ کر مستقل حرکت شروع کر دے۔۔۔۔۔

....

....جماعت احمدیہ میں بھی کام بڑھنے کے ساتھ یہی
واقعہ ضرور ہوتا ہے اور بعض پہلوؤں سے ہو رہا ہے
اگر آپ چاہتے ہیں کہ "امامِ وقت" کا شعور بغیر زیادہ بوجھ
اُٹھائے اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرے تو جن باتوں میں
وہ شعوری توجہ کا محتاج ہے ان میں اس کی توجہ پر
بوجھ کم کرنے کے لئے اس نظام کو کامل کر دیں اور خودرَو
بنا دیں۔ جتنا نظام درجۂ کمال کو پہنچتا چلا جائے گا
اور خود رَو ہوتا چلا جائے گا امامِ جماعت کی براہِ راست
توجہ کا محتاج نہیں رہے گا۔ اور اس کی توجہ جو سابق
میں تھی یا کئی ائمہ جماعت کی توجہ جو سابق میں رہی اُن
کا مجموعی فائدہ جماعت کو یہ پہنچے گا کہ اپنی ذات میں
وہ نظام چل پڑے گا اور الّا ماشاء اللہ شعوری دخل

کی ضرورت نہیں رہے گی اور پھر وہ شعوری دماغ اور حصوں کی طرف توجہ کرنے کے لیے آزاد ہوتا چلا جائیگا۔ اس مسئلے پر غور کرتے ہوئے گزشتہ خطبے والا مضمون میرے ذہن میں پھر حاضر ہو گیا۔ جب مَیں نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو یہ بتایا ہے کہ ہم نے چھ دنوں میں زمین و آسمان کو پیدا کیا، اسے مسخر کیا، اس کو کامل کیا اور جب وہ درجۂ کمال کو پہنچ اور جاری و ساری ہو گیا، پھر ہم عرش پر بیٹھ گئے۔ تو یہ بھی ویسی ہی ایک مثال ہے۔ انسانی دائرے میں عرش اس آخری شاخ کو کہہ سکتے ہیں۔ دماغ کے اس آخری حصے کو کہہ سکتے ہیں آخری نقطۂ عروج کو کہہ سکتے ہیں جس پر رُوح مسلط ہے اور اس کا عرش بھی اسی طرح بنا ہے۔ ارب ہا ارب سال کی مسلسل ترقی کے ساتھ رفتہ رفتہ زندگی نے قدم آگے بڑھائے اور ایک نظام کا دائرہ مکمل ہوا۔ تب اس کا اونچا، NEXT قدم قائم ہوا۔ ایک نیا درجہ ظاہر ہوا جو رفعت میں پہلے سے بلند تر تھا اور اس طرح شعوری دماغ اپنے پیچھے ایک نظام کا ایک جلوس چھوڑتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ انسان کے درجے تک پہنچتے پہنچتے یہ اتنا وسیع نظام ہو چکا ہے کہ اگر آپ کو اس نظام کے ایک معمولی سے حصے کے متعلق بھی مَیں پوری معلومات حاصل کرنے کے بعد بتانا شروع کروں تو بیسیوں خطبے گزر جائیں گے لیکن وہ ذکر مکمل نہیں ہوگا۔ حیرت انگیز نظام ہے اور آخر پر ایک ہی دماغ ہے، ایک ہی شعور ہے جو یوں معلوم ہوتا ہے کہ سب کا آخری نگران ہے اور ہے بھی آخری نگران، لیکن از خود کام ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ہمارا سارا جو نظام ہے، پیدائش کا نظام، سانس لینے کا نظام، انہضام کا نظام، بے شمار نظام ہیں۔ گردوں کا کام کرنا اور کئی قسم کے تیزابوں اور زہروں کے جسم سے نکالنے کا نظام۔ دفاع کے مختلف نظام۔ ان میں سے ہر نظام کا ہر حصہ اتنا پیچیدہ اور اتنا توجہ کا محتاج ہے کہ ناممکن ہے کہ بغیر توجہ کے یہ خود بخود کام کرے لیکن مجھے یہ بات سمجھ آئی کہ یہ توجہ رفتہ رفتہ ایک ایسے نظم و ضبط کی شکل اختیار کر گئی جس کو ہم غیر شعوری دماغ کہتے ہیں اور اس لمبے عرصے کی کمائی کا نتیجہ ہے کہ یہ نظام جاری ہے۔

یہ سوچتے ہوئے میرا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کی یہ ایک عظیم الشان دلیل ہے۔ اگر انسانی زندگی کے تجربے میں بھی یہ ناممکن ہے کہ لمبے عرصے کی شعوری کوشش کے بغیر کوئی نظام جاری رہ سکے تو ساری کائنات کا جو نظام چل رہا ہے، یہ غیر شعوری کوشش کے بغیر کیسے ہو گیا۔ اس لیے جو خود بخود چل رہا ہے، جس طرح ہمارے جسم میں خود بخود چلنے والا نظام بھی ارب ہا ارب سال پہلے شعوری طور پر چلایا جا رہا تھا ورنہ از خود چلنے کی صلاحیت اس میں پیدا ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ اسی طرح ساری کائنات کا نظام بھی جو از خود چلتا ہوا دکھائی دے رہا ہے، بہت ہی لمبے عرصے تک شعوری طور پر چلایا گیا ہے اور اس شعور نے آگے پھر مختلف درجے اختیار کر لیے ہیں اور سلسلہ وار اس کا آخری درجہ خدا سے ملتا ہے۔

....

...... ان سلسلوں کا نام فرشتے ہیں اور بے شمار فرشتے ہیں جو اس کام کو سلسلہ وار چلاتے چلے جا رہے ہیں اور پھر خدا تک ان کا تعلق ہے اور وہ آخری فرشتہ جو اس نظام میں سب سے بلند مرتبہ رکھتا ہے اور خدا سے تعلق رکھتا ہے۔ اس فرشتہ کا نام

ہمیں قرآن کریم میں ملتا ہے یا بعض جگہ ذکر ملتا ہے اور تفصیل سے نام نہیں ملتا لیکن یہ ضرور پتہ چلتا ہے قرآن کے مطالعہ سے اور حدیث کے مطالعہ سے بھی کہ ایسے فرشتے ہیں جو نظام کی ہر تفصیل کی آخری رپورٹ خدا کے حضور پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ پس نظام کا بڑا ہونا فی ذاتہٖ کوئی چیز نہیں ہے، کوئی بوجھ نہیں ہے۔ اس نظام کا صحیح ہونا ضروری ہے۔ اگر نظام صحیح ہو جائے اور چل پڑے تو ساری کائنات کا خدا بھی عرش پر مستط ہو سکتا ہے اور یقین رکھتا ہے اور اس کو علم ہے کہ اس کی تفصیلی توجہ کی اس طرح ضرورت نہیں ہے۔ وہ نظام اس کی توجہ کی برکت سے آگے چل پڑا ہے اور چلتا رہے گا۔ اور ذیلی توجہ کرنے والے بہت سے پیدا ہو چکے ہیں۔ اس لئے خدام الاحمدیہ کا نظام ہو یا لجنہ کا یا انصار اللہ کا ان میں ابھی وہ پختگی نہیں آئی وہ روانی نہیں آئی کہ امام وقت کی ذاتی براہ راست توجہ کے بغیر یہ پوری طرح جاری و ساری ہو سکیں اور اپنی ذات میں سب CONSCIOUS دماغ کے سپرد کئے جا سکیں خصوصاً وہ علاقے جہاں پہلے ہی رابطے کمزور ہیں اور اُن میں ان کو اپنی کامل رُوح کے ساتھ جاری کرنے کی ضرورت ہے وہاں لازماً امام جماعت کو اپنی شعوری توجہ کو اُن کی طرف منتقل کرنا پڑے گا۔ پس آج کے اس خطبے کے ذریعے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ آئندہ سے تمام ممالک کی ذیلی مجالس کے اسی طرح صدران ہونگے جس طرح پاکستان کی ذیلی مجالس کے صدران ہیں اور وہ اسی طرح براہ راست امام وقت کو اپنی آخری رپورٹیں بھجوائیں گے جس طرح پاکستان کے صدران اپنی رپورٹیں بھجواتے ہیں۔ اس کام کو ہلکا اور آسان کرنے کی خاطر میں نے یہ سوچا ہے کہ پرائیویٹ سیکرٹری کے شعبے کے ساتھ ایک شعبہ ذیلی مجالس قائم کیا جائے اور سردست وہاں مستقل نائب پرائیویٹ سیکرٹری مقرر کرنے کی بجائے انگلستان کی جماعت سے کچھ مستعد احباب جماعت کو چُن کر ان کو اس معاملے میں اپنی مدد کیلئے مقرر کروں۔ وہ ان سب رپورٹوں کا مطالعہ کریں جو اس شعبے کو موصول ہوتی ہیں اور ان کے متعلق مجھ سے وقت لے کر زبانی مجھ سے گفتگو کیا کریں اور ان خاص باتوں کو HIGH LIGHT کریں یعنی نمایاں کریں جہاں میری خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ پھر میں ان رپورٹوں کی تفصیلات کو بھی پڑھ سکتا ہوں۔ لیکن سردست اس طرح کام آگے بڑھایا جائے گا۔ اور میں نے یہ سوچا ہے کہ بہت سے ایسے کام اب ہمیں دنیا میں کرنے ہیں جن میں ان تنظیموں کو سب دنیا میں زندہ اور فعّال بنانے کی ضرورت ہے اور ان کا رابطہ اپنی امارتوں کے ساتھ بہترین بنانے کی ضرورت ہے تاکہ کسی قسم کے رخنے کا کوئی سوال نہ رہے۔ پس یہ تنظیمیں اپنی امارتوں سے کیا تعلق رکھتی ہیں اور محبت اور ادب اور وفا کا تعلق ہے یا کوئی اور تعلق ہے۔ اس پر بھی میری نظر تبھی رہ سکتی ہے اگر ان کی رپورٹیں مجھے مل رہی ہوں اور میں پہچان رہا ہوں کہ ان میں کیا کیا باتیں پیدا ہو رہی ہیں، کیا رجحانات ہیں۔

پس آئندہ سے انشاء اللہ تعالیٰ اس طریق پر کام ہوگا۔ تبھی میں نے اس دفعہ ربوہ میں ہونے والے مرکزی اجتماعات کے موقعے پر جو انتخاب ہوئے ان میں یہ واضح ہدایت بھیجی تھی کہ آپ اپنے اپنے ملک کے صدر کا انتخاب کریں اور وہاں عمداً "مرکزی" لفظ استعمال

نہیں کیا تھا۔ مَیں نہیں جانتا کہ ان کو میرا یہ پیغام سمجھ آیا یا نہیں لیکن ہدایت کے مطابق جو جو صدر بھی منتخب ہوئے ہیں وہ پاکستان کے صدران ہیں۔

اور باقی دُنیا کے تمام ذیلی تنظیموں کے آخری عہدیداران آج کے بعد صدر مجلس کہلائیں گے یعنی انگلستان میں صدر مجلس خدام الاحمدیہ انگلستان، صدر مجلس انصار اللہ انگلستان، صدر مجلس لجنہ اماء اللہ انگلستان ہوگا۔ اور اسی طرح تمام دُنیا کے باقی ملکوں میں بھی ہوگا۔

اس سلسلے میں مَیں دعا کی بھی تحریک کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ یہ جو قدم اُٹھایا ہے یہ صرف لمبے مشوروں کے بعد نہیں بلکہ بہت لمبی دعا کے بعد اور بہت غور کے بعد اور تأمل کے بعد اُٹھایا ہے اور اس آخری شکل میں جب تک مجھے پوری طرح شرح صدر نصیب نہیں ہوا مَیں نے اس فیصلے کا اعلان نہیں کیا حالانکہ جلسے پر مشورہ دینے والے کہتے تھے کہ بالکل ٹھیک ہے۔ در کارِ خیر حاجت، ہیچ استخارے نیست۔ فوراً اعلان کر دیں۔ لیکن میرے دل پہ ابھی ایک بوجھ تھا کہ جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے پوری فراست نصیب نہ ہو جائے اور پوری طرح شرح صدر نہ ملے اور دعاؤں کے ذریعے اس میں خیر نہ طلب کرلوں اس وقت تک یہ اعلان نہیں کرنا۔ تو آپ سے یعنی ساری جماعت سے میری درخواست ہے کہ دعا کے ذریعے یہ بھی میری مدد کریں کہ اللہ تعالیٰ اس فیصلے کو درست اور بابرکت ثابت فرمائے اور کثرت کے ساتھ جماعت اس کی خیر کا پھل کھائے اور نظام جماعت تیزی کے ساتھ اپنی تکمیل کے وہ مراحل طے کرے جس کے بعد نظام کے ہر حصّے کو غیر شعوری دماغ کی طرف منتقل کیا جا سکتا ہے اور نظام جماعت کا عرش بلند تر ہوتا چلا جائے گا۔ یہی وہ نظام ہے جس کے ذریعے ہم مزید رفعتیں حاصل کر سکتے ہیں۔

بقیہ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیروں کی نظر میں

از صہ ۲۲

ہم نے بُھلا دیں وہ دوسروں نے ہمیں یاد دلائیں۔ اس میں قصور ہمارا ہے ان کا نہیں ہے جنہیں ہم غیر قرار دینے پر مُصر ہیں۔ غنی کاشمیری نے کیا خوب صورت بات کی ہے کہ ؎

غنی روزِ سیاہِ پیرِ کنعاں را تماشا کُن
کہ نورِ دیدہ اش روشن کند چشمِ زلیخا را

کہ یعقوبؑ کی بد نصیبی دیکھو کہ اس کی آنکھوں کا نُور، زلیخا کی آنکھوں کو روشن کر رہا ہے۔ کیا ہم بھی پیرِ کنعاں کی طرح اپنی ہی روشنی، دوسروں سے واپس مانگنے کی کوشش میں مصروف نہیں ہیں؟

ممبران مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان

۱۹۸۹-۹۰ء

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے برائے سال ۹۰-۱۹۸۹ء مندرجہ ذیل خدام کو مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان کا ممبر مقرر کیا گیا ہے۔

حافظ مظفر احمد
صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

۱- نائب صدر	مکرم مرزا مسرور احمد صاحب
۲- معتمد	" شمیم پرویز صاحب
۳- مہتمم خدمتِ خلق	" محمد طارق اسلام صاحب
۴- مہتمم تعلیم	" عبد السمیع خان صاحب
۵- مہتمم تربیت	" مرزا عبد الصمد احمد صاحب
۶- مہتمم مال	" عطاء الرحمٰن محمود صاحب
۷- مہتمم عمومی	" ڈاکٹر عبد الخالق صاحب خالد
۸- مہتمم صحتِ جسمانی	" فدا حسین صاحب وڑائچ
۹- مہتمم وقارِ عمل	" بشارت احمد صاحب ناصر
۱۰- مہتمم صنعت و تجارت	" مبارک احمد صاحب ظفر
۱۱- مہتمم تحریکِ جدید	" سیّد طاہر احمد صاحب
۱۲- مہتمم اطفال	" سیّد خالد احمد صاحب
۱۳- مہتمم اصلاح و ارشاد	" ڈاکٹر ظہیر الدین منصور احمد صاحب
۱۴- مہتمم تجنید	" مبشر احمد صاحب کاہلوں
۱۵- مہتمم اشاعت	" حبیب الرحمان صاحب زیروی
۱۶- مہتمم مقامی	" سیّد قاسم احمد صاحب
۱۷- مہتمم امور طلباء	" سیّد قمر سلیمان احمد صاحب
۱۸- محاسب	" خالد محمود الحسن صاحب بھٹی

خدا کہتا ہے کہ احمدی جیتیں گے

اقتباس از خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت فضل عمر نور اللہ مرقدہٗ بر موقعہ افتتاح بیت الفضل لندن

۱۶ر جنوری ۱۹۲۱ء

فرمایا۔ اس وقت ایک احمدی جماعت ہی ہے جس کا ہاتھ روشنی میں پڑتا ہے کیونکہ احمدیت کی بناء اس پر نہیں کہ اس کی تعلیم سچی ہے اگرچہ واقعہ یہ ہے کہ احمدیت کی تعلیم سچی اور اعلیٰ درجہ کی ہے۔ کیونکہ محض یہ خیال کہ تعلیم سچی ہے کامیابی کے لئے یقینی امر نہیں ہوتا۔ اور عموماً لوگ عمدہ بات کو رد کر دیا کرتے ہیں۔ احمدیت کی اس امر پر بھی بنیاد نہیں کہ احمدیت کو کسی قسم کی سیاسی طاقت حاصل ہے۔ اور سیاسی طاقت اگر ہو بھی تو سیاسی طاقتوں سے دُنیا میں مذہب نہیں پھیلا کرتے۔ نہ احمدیت کی بنیاد اس پر ہے کہ اس جماعت میں سب لوگ آپس میں متحد ہیں کیونکہ بہت دفعہ اتحاد کے باوجود فتح اور کامیابی یقینی نہیں ہوا کرتی۔ نہ احمدیت کی بنیاد ساما نوں پر ہے کیونکہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ سامانوں والے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ نہ احمدیت کی بنیاد اس امر پر ہے کہ احمدیت کا کلمہ ایک ہے اور احمدی لوگ ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کر کے ایک جسم و جان کے حکم میں ہو گئے ہیں کیونکہ ان باتوں سے بھی یقینی کامیابی نہیں ہوتی۔ ان باتوں کے ہوتے ہوئے بعض اوقات جماعتیں برباد ہو جاتی ہیں۔ پس صرف اتفاق اور ایک ہاتھ پر جمع ہونا کامیابی کو یقینی امر نہیں بناتے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم کامیابی اور فتح کا یقین رکھتے ہیں اور اس اضطراب کے عالم میں ایمان رکھتے ہیں کہ فتح ہماری ہوگی اور کامیاب ہم ہوں گے اور احمدی جماعت ہی غالب آئے گی۔ اس کی ایک ہی وجہ ہے کہ وہ خدا جس کے ہاتھ میں فتح و شکست کی کنجی ہے وہ کہتا ہے کہ احمدیو! تم جیتو گے۔ پس ہماری جماعت ہی ہے جس کا قدم یقین کی طرف اُٹھ رہا ہے اور جس کا ہاتھ روشنی میں پڑ رہا ہے۔ دوسرے تمام لوگوں اور گروہوں کے خیالات اور شکی ہیں۔ اگر کسی کی خبر یقینی ہے اور وہ جو یقیناً دنیا پر پھیل جائے گی اور بغیر سامانوں کے پھیل جائے گی وہ احمدی جماعت ہے۔ یہ دلوں کو فتح کرے گی اور تمام عالم پر

محیط ہو جائے گی۔ یہ دلائل سے غلبہ پائے گی وہ صرف احمدی جماعت ہے۔ ظاہری سامانوں سے فتح نہ ہوگی بلکہ ان عجیب در عجیب خدائی تائیدوں سے ہوگی جو سامانوں کے محتاج نہیں کیونکہ فتح و شکست کے مالک اور پیدا کرنیوالے اور تمام سامانوں پر قادر خدا نے کہا ہے کہ تم غالب رہو گے۔

پس ہمارا دعویٰ یقینی دعویٰ ہے۔ اب دنیا میں جس تمدن کی ابتداء ہوگی اور جو صلح کارگر ہوگی وہ اسلام کے اصولوں پر ہوگی۔ جو صلح اسلام پر نہ ہوگی اور جو تمدن اسلام پر قائم نہ ہوگا وہ قائم نہ رہے گا۔

ہماری سلطنتِ برطانیہ کے وزیر اعظم نے اعلان کیا ہے کہ اب امن کی بنیاد عیسائیت پر ہوگی۔ چونکہ وہ دنیاوی طور پر ہمارے لئے واجب الاطاعت ہیں اس لئے ہم ادب سے ان کو کہتے ہیں کہ یہ آپ کا خیال صحیح نہیں اور آپ کو دھوکہ لگا ہے کیونکہ امن کی بنیاد عیسائیت پر ہرگز نہیں رکھی جائے گی۔ یہ ایک غلط خیال ہے جو دماغ سے فوراً نکال دینا چاہیئے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ بات ہمارے وزیر اعظم ہی نہیں اگر تمام دنیا کے وزراء کے منہ سے نکلے یا کوئی بڑے سے بڑا بادشاہ بھی اس کا اعلان کرے تو یہ اعلان غلط ہوگا اور محض غلط۔ اب ایک ہی چیز ہوگی اور وہ اسلام ہے جس پر آئندہ امن و صلح کی بنیاد رکھی جائے گی۔ اور ترقی کی عمارت کی بنیاد اسلام کے اصولوں پر رکھی جائے گی۔ اس کے سوا جس قدر خیالات ہیں وہ سب خیالات فاسد ہیں جو فوراً دماغ سے نکل جانے چاہئیں کیونکہ فاسد خیالات پر جو بنیاد ہوگی وہ یقیناً فاسد ہوگی۔

پس اب ترقیات کا وقت آگیا ہے اور اس کی بنیاد ہمارے ہاتھ سے رکھی جائیگی جس کا پیش خیمہ یہ بیت الفضل لنڈن) ہوگی اور یہ مرکز ہوگی اور اس مرکز سے جب ندائے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی لہر چلے گی تو کھینچ کھینچ کر لوگوں کو دینِ حق کے قدموں میں لا کر ڈال دے گی ۞

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیروں کی نظر میں

مکرم پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب۔ ربوہ

یہ مقالہ سیمینار سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقدہ زیر اہتمام مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں پڑھا گیا۔ (ادارہ)

مجھے جو عنوان دیا گیا ہے وہ ہے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیروں کی نظر میں"۔ میری دانست میں یہ عنوان ایک مغالطہ انگیز نظریہ پر مبنی ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ تمام عالمین کے لئے رحمت ہے تو کون ہے جو "غیر" ہے۔ حضورؐ کے لئے تو کوئی بھی غیر نہیں کیونکہ حضورؐ کا دائرہ رحمت تو سب پر محیط ہے۔ وہ جو گذر گئے، وہ جو آنے والے ہیں اور وہ جو ہیں۔ اس لئے اس زاویہ سے تو کوئی بھی غیر نہیں ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے حضورؐ کو نہیں پہچانا وہ غیر ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جو آپؐ کے مقام سے ہی آشنا نہیں اور جو لوگ حضورؐ کو پہچانتے ہی نہیں اُن کے بارہ میں تو ارشادِ ربانی ہے کہ وہ لوگ نہیں جانتے"۔ جو نہیں جانتے اُن سے ہم کیا جاننے کی کوشش کریں۔

تیسرا پہلو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ جو حضورؐ کی غلامی میں داخل نہیں ہوئے مگر حضورؐ کو پہچاننے اور اور حضورؐ کی سیرت اور تعلیم کو خلوص سے سمجھنے کی کوشش کی، اُن کی رائے دیکھی جائے۔ مگر سوال یہ ہے کہ حضورؐ کی سیرۃ طیبہ کی توثیق کے لئے کسی دوسرے کی رائے کی کیا ضرورت ہے؟

مسئلہ یہ ہے کہ تقسیمِ ہند سے قبل برصغیر میں مختلف اقوام وملل رہتی تھیں۔ ان میں سے آریہ اپنے متشددانہ رویہ سے آنحضورؐ پر ہمیشہ گند اچھالنے کی کوشش میں رہتے تھے مگر ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

چاند کا تھوکا منہ پر ہی آتا ہے۔ تاہم انسانوں کے معاشرہ میں کچھ معاشرتی حد بندیوں کی ضرورت بھی ہوتی ہے یہ ضرور ٹھہرا کہ ان کور چشموں کو بینائی دینے کیلئے حضورؐ کی سیرۃ طیبہ پر، انہی لوگوں کے اکابر کی رائے

منکشف کی جائے تاکہ وہ جو نہیں جانتے اس طرح سے جاننے لگیں۔ چنانچہ سیرۃ النبیؐ کے جلسوں کی بنیاد اس وجہ سے ڈالی گئی تاکہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں یگانگت پیدا ہو۔ عیسائیوں کی حکومت تھی۔ وہ لوگ حاکم تھے مگر ان کے منہ مسکت دلائل سے بند کرنے کے لیئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو مبعوث فرمایا تھا۔ حضور کے علم کلام کے سامنے ان کی علمیت کے چراغ گل ہو گئے تھے۔ مگر مفاہمت کی ایک فضا کی تشکیل کیلئے اس قسم کے اجتماعات ضروری قرار پائے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرۃ طیبہ پر تقریریں اور مذاکرے ہوں اور وہ جو دوسرے مذاہب کے پیروکار ہیں ان جلسوں میں شریک ہو کر حضورؐ کے دامن رحمت سے رحمت کے چند چھینٹے حاصل کر سکیں۔

— — — — — — — —
— — — — — — — —
— — — — — — — —

مَیں نے خلافت لائبریری میں اس موضوع پر کتابیں تلاش کیں تو جتنی کتابیں ملیں وہ میری اِن باتوں کی تصدیق کرتی تھیں جو میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ فلاں ہندو یہ کہتا ہے۔ فلاں آریہ کا یہ قول ہے۔ گاندھی یہ کہتا ہے اور نہرو یہ کہتا ہے۔ مَیں یہ کہتا ہوں کہ جن کا اپنا کردار متنازع ہے ان کی رائے کو سند بنانا بجائے خود سوئے ادب ہے۔ اس لیئے ایسی باتوں سے حذر کرنے کی ضرورت ہے۔

مَیں نے اس موضوع پر جتنا بھی غور کیا میں اتنا ہی پریشان ہوا۔ مگر ہر سیرۃ خاتم النبیین کے اس حصّہ کے مطالعہ سے بڑا حوصلہ ملا جس میں حضورؐ کے معاصرین مگر معاندین کا ذکر تھا۔ یہ بیان مجھے بہت بھایا کہ "اے محمدؐ! ہم تمہیں تو بُرا نہیں کہتے۔ ہاں تُو جو باتیں کہتا ہے وہ ہمیں کھلتی ہیں۔" تب مجھے یہ بصیرت بھی ملی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت پر حضورؐ کی بعثت سے قبل کی زندگی کو کیوں دلیل ٹھہرایا گیا ہے؟ اس لیئے کہ دعویٰ نبوت کے بعد جو دامن رحمت میں سمٹ گئے اُن کی رائے یک طرفہ ہو گئی۔ جو نہ سمٹ سکے اُن کی رائے بھی یک طرفہ ہو گئی۔ صرف ایک صورت رہ گئی کہ اس دعوے سے قبل کی زندگی کو دیکھا جائے کیونکہ وہ زندگی دونوں فریقوں کے لیئے ایک کھلی کتاب کی طرح تھی۔ تب ان لوگوں نے جنہوں نے اس کھلی کتاب کو ہوش کی آنکھوں سے پڑھا تھا گواہی دی کہ یہ شخص جو

انا النبیؐ لا کذب
انا ابن عبد المطلب

کہہ رہا ہے درست کہہ رہا ہے۔ یہ لہجہ اور یہ منہ کسی کاذب کا نہیں ہو سکتا۔

مگر اب حضورؐ کی سیرت کا یہ پہلو، ایک نیا رُخ اختیار کر گیا ہے۔ حضورؐ کی رحمت کا دائرہ تمام دُنیا پر وسیع ہے۔ اس لیئے تمام دنیا حضورؐ کی سیرت کے اس پہلو کی گواہ ہے کہ اس وجود نے جو چراغ جلایا تھا اس سے روشنی حاصل کیئے بغیر اس دُنیا کا کوئی مسئلہ بھی حل نہیں ہو سکتا۔

مَیں اس مضمون کی تشریح یوں کرتا ہوں کہ اس وقت حضورؐ کا اسوۂ حسنہ عملی طور پر تمام عالم کے لیئے مشعل راہ بنا ہوا ہے۔ اُن کے لیئے بھی جو بیعت ہیں اور اُن کے لیئے بھی جو بیعت نہیں ہیں۔ ساری دُنیا نے

عملی طور پر حضورؐ کے اُسوۂ حسنہ کی برتری کو تسلیم کر لیا ہے اور اس چشمۂ فیض و عرفان کی طرف رجوعِ خلائق کا عالم

یسعی الیک الخلق کالظمآن

کا عالم ہے۔

پچھلے برسوں میں امریکہ میں ایک کتاب شائع ہوئی 'دنیا کے سو بڑے آدمی'۔ مؤلف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے نمبر پر رکھا۔ اب ہمارے لیئے یہ کوئی سند نہیں کہ چونکہ فلاں مؤلف نے حضورؐ کو پہلے نمبر پر رکھا ہے اس لیئے حضورؐ کا مقام بہت اعلیٰ ہے۔ یہ سُوئے ادب ہے! ہاں یہ کہنا دلیل ٹھہرتا ہے کہ مؤلف نے اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے نمبر پر رکھا ہے کہ:-

"TO DAY THIRTEEN CENTURIES AFTER HIS DEATH HIS INFLUENCE IS STILL POWERFUL AND PERVASIVE."

یعنی آج تیرہ صدیوں بعد بھی حضورؐ کا اثر و نفوذ اُسی طرح مستحکم اور قابلِ تقلید ہے۔ گویا اس کتاب سے حکمت کی بات یہ ملی کہ دُنیا نے حضورؐ کے اُسوۂ حسنہ کو مشعلِ راہ بنا لیا ہے۔ اور وہ بھی جو عملاً اور جسماً بظاہر حضورؐ کے دائرہ میں نہیں ہیں وہ بھی درحقیقت حضورؐ کے دائرۂ رحمت میں ہی ہیں۔ مؤلف کا یہ کہنا کہ "محمدؐ، تاریخ انسانی کی واحد مثال ہیں جن کا اثر مذہبی و غیر مذہبی دُنیا پر بے حد وسیع اور بے نظیر ہے" دراصل انسانی تہذیب کے لیئے آنحضرتؐ کے وجود کو ناگزیر تسلیم کرنے کے اعتراف کے طور پر ہے اور یہ اعتراف ان لوگوں کے لیئے دلیل ہے جو غیروں کی بات کو زیادہ معتبر سمجھتے ہیں۔

میرا نقطۂ نظریہ ہے کہ حضورؐ کی عظمت یہ ہے کہ موجودہ ترقی یافتہ دنیا نے حضورؐ کے اُسوہ کو عملی طور پر اپنے لیئے نشانِ راہ بنا لیا ہے اور اس بات کا اعتراف کر لیا ہے کہ نسلِ انسانی کی بقا اور سالمیت کے لیئے اس اُمّی (فداہ ابی و امی) کی پیش کی ہوئی تعلیم ہی واحد راستہ ہے جو کھلا ہے۔ ورنہ اس روشنی اور بصیرت کو چھوڑ کر چاروں طرف تاریکی اور اندھیرے کے سوا کچھ نہیں۔ اگر میری بات کو جذباتی نہ سمجھا جائے تو عرض کروں کہ اس وقت جو آزادی اور مساوات اور دولت کی مساوی تقسیم اور حقوق اور فرائض اور امن اور آشتی اور صلح اور صفائی اور غلامی کے استیصال اور استبداد سے انحراف اور حقوقِ انسانی کے استحفاظ کے نعرے لگائے جا رہے ہیں کیا ان کی بنیاد چودہ سو سال پہلے نہیں رکھی گئی تھی؟ کیا اس جدید ترین دور کی جدید ترین نظریاتی عمارت کی پہلی اینٹ اس نبیِ امّیؐ نے اپنے ہاتھوں نہیں رکھی تھی؟ یہ روشنی اور روشن خیالی اور روشن ضمیری جسے دنیا، دورِ حاضر کی روشنی اور روشن خیالی اور روشن ضمیری گردانتی ہے اسی آفتاب عالمتاب کا پرتو نہیں ہے؟

غور فرمائیے گا۔ میں کوئی عالم نہیں کہ قرآنی حکمتوں کی تشریح کر سکوں۔ مگر جو کچھ سمجھ میں آیا وہ عرض کرتا ہوں۔

سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۱۴ کہ:-

"لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم

کر دیا کہ تم شناخت کیے جاؤ۔ اللہ
کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہی
ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔"
اور سورۃ النحل کی آیت نمبر ۹۱ کہ:۔
"اللہ تعالیٰ تمہیں عدل اور احسان
اور حسن سلوک کا حکم دیتے اور برائیوں،
مناہیوں اور بغاوت کے طریقوں سے
روکتے ہیں۔"
اور اسی سورت کی آیت نمبر ۹۲ کہ:۔
"جب عہد کرو تو اس کو پورا کرو۔"
اور سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۳ کہ:۔
"تم نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون
کرو مگر زیادتی اور ظلم میں مدد نہ کرو۔"
اور سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۱۵ کہ:۔
"لوگوں کی اصلاح اور بھلائی اور اللہ تعالیٰ
کی رضا جوئی کے لیئے نیک مشورے کرو
اور اللہ کے اجر کے مستحق ٹھہریں۔"
اور سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۱۱ کہ:۔
"نیکی کی ہدایت کرو اور بدی سے روکتے
رہو۔"
اور سورۃ الذاریات کی آیت نمبر ۲۰ کہ:۔
"ان کے مالوں میں مانگنے والوں کا بھی
حق ہے اور ان کا بھی جو مانگ نہیں سکتے۔"
اور سورۃ الدھر کی آیت نمبر ۹ کہ:۔
"وہ خدا کی محبت کی خاطر مسکینوں، یتیموں
اور اسیروں کو کھانا کھلاتے ہیں۔"
اور سورۃ البلد کی آیت نمبر ۱۴ کہ:۔
"غلاموں کو آزاد کرتے ہیں۔"
اور سورۃ المعارج کی آیت نمبر ۳۳، اور سورۃ المومنون
کی آیت نمبر ۹ کہ:۔
"اپنی امانتوں اور اپنے عہدوں کی حفاظت
کرتے ہیں۔"
اور سورۃ الفرقان کی آیت نمبر ۷۳ کہ:۔
"جھوٹی گواہیاں نہیں دیتے۔"
اور سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۴ کہ:۔
"جنگی معاہدوں کی پابندی کرتے ہیں۔"
اور سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۳۵ کہ:۔
"غصہ کو دباتے اور لوگوں کو معاف
کرتے ہیں۔"
اور سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۹ کہ:۔
"جنگ میں کبھی انصاف ترک نہیں
کرتے۔"
اور سورۃ النور کی آیت نمبر ۲۳ کہ:۔
"عفو اور درگزر سے کام لیتے ہیں۔"
اور سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۶۲ کہ:۔
"دشمن صلح کی طرف مائل ہو تو صلح کا طریق
اختیار کرو۔"
اور سورۃ الحج کی آیت نمبر ۴۰ کہ:۔
"صرف دفاع کے لیئے جنگیں کرتے ہیں۔"
اور سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۹۱ کہ:۔
"صرف اسی سے جنگ کرتے ہیں جو پہلے
حملہ آور ہوتا ہے۔"
اور سورۃ النحل کی آیت نمبر ۱۲۷ کہ:۔
"جنگ میں زیادتی نہیں کرتے۔"

اور سورۃ محمدؐ کی آیت نمبر ۵ کہ :-

"جنگی قیدیوں پر احسان کرتے ہیں"

اور سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۱۰ کہ :-

"جنگوں کو روکنے کے لیئے مشترکہ مساعی کرتے ہیں۔"

اب میں اقوام متحدہ کے چارٹر کا ابتدائیہ پڑھتا ہوں آپ سنیئے گا :-

اپنی نسلوں کو جنگ کی تباہ کاریوں سے بچانے کے لیئے اور

بنیادی انسانی حقوق سے اپنی وفاداری کا اعلان اور انسان کے احترام اور اس کے مرتبہ کا ادراک کرتے ہوئے تمام چھوٹی بڑی قوموں کے مردوں اور عورتوں کی برابری اور ان کے حقوق کی مساوات میں یقین رکھنے کے لیئے اور

ایسے حالات پیدا کرنے کے لیئے کہ انصاف اور عزت اور معاہدات کے احترام کی فضا پیدا ہو اور بین الاقوامی قوانین قائم رہ سکیں اور

معاشرتی ترقی اور بہتر معیارِ زندگی اور وسیع تر آزادی کے فروغ کے لیئے اور ان تمام مقاصد کو حاصل کرنے کے لیئے

ضبط و تحمل کے ساتھ امن اور آشتی کی فضا میں اکٹھا رہنے اور اچھے ہمسایوں کی طرح زندگی کرنے

متحد ہو کر بین الاقوامی امن اور سلامتی کی جدوجہد کرنے اور

اس بات کا یقین اور اعتماد حاصل کرنے کے لیئے کہ :-

ان تمام اصولوں اور طریقوں پر کما حقہٗ عمل کیا جائے گا اور سوائے اقوام عالم کے بہتر مفاد کے طاقت کا استعمال نہیں کیا جائے گا۔ اور

بین الاقوامی وسائل کو تمام دنیا کی معاشی اور معاشرتی ترقی کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ اقوامِ متحدہ میں شامل تمام قومیں عہد کرتی ہیں کہ ہم اِن مقاصد کے حصول کے لیئے اپنی تمام تر مساعی کو یک جا اور متحد رکھیں گے۔"

کیا یہ چارٹر چودہ سَو سال پہلے موجود نہیں تھا؟

پھر اسی اقوامِ متحدہ کی انسانی حقوق کی دستاویز کا ابتدائیہ بھی دیکھئے گا :-

"چونکہ نسلِ انسانی سے تعلق رکھنے والے تمام افراد کی عزّتِ نفس اور مساوات اور حق زندگی ہی دنیا میں آزادی اور انصاف اور امن قائم رکھنے کا موثر ذریعہ ہے اور

چونکہ اس حقیقت سے انحراف کر کے حقوقِ انسانی سے نفرت کا اظہار کرنے اور انہیں تلف کرنے کے ظالمانہ رویّہ نے انسانی ضمیر کو جھنجھوڑ کر بیدار کر دیا ہے اور

اب دنیا نے جان لیا ہے کہ آزادیٔ رائے اور آزادیٔ عقیدہ اور خوف سے نجات ہی اقوامِ عالم کے بنیادی اور ارفع مفادات ہیں اور

چونکہ انسانوں کو، بنیادی انسانی حقوق کے اتلاف اور غلامی اور ظلم کے خلاف بغاوت کے طریق اختیار کرنے سے روکنا مقصود ہے اس لیئے ان حقوق کو قانونی تحفظ دینا ازبسکہ لابدی ہے۔ اور

چونکہ اقوامِ عالم میں خیر سگالی اور بھائی چارے کی فضا پیدا کرنا ضروری ہے۔ اور

چونکہ اقوامِ متحدہ میں شامل تمام قوموں نے، اقوامِ متحدہ کے منشور پر صاد کر کے بنیادی انسانی حقوق اور انسانی شرف اور انسانی احترام اور مرد و زن کی مساوات کے اصول پر اپنا اعتماد ظاہر کیا ہے اور معاشرتی ترقی اور بہتر معیارِ زندگی اور وسیع تر آزادی کی فضا پیدا کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ اور

چونکہ ارکان قوموں نے ان مقاصد کے حصول کے لیئے اقوامِ متحدہ کے ساتھ تعاون کرنے کا یقین دلایا ہے کہ باہمی اعتماد اور احترام کو فروغ نصیب ہو اور بنیادی آزادیاں اور انسانی حقوق ہر فرد کو نصیب ہوں۔ اور

چونکہ انسانی حقوق اور آزادیوں کا صحیح ادراک ہی باہمی افہام و تفہیم پیدا کرنے کا مؤثر ذریعہ ہے

اس لیئے تمام اقوامِ عالم اس پر اپنے اعتماد کا اظہار کرتی ہیں۔

اور اب جنگی قیدیوں کے بارہ میں جنیوا کنونشن کی صراحتیں :-

• یہ کہ جنگی قیدیوں سے انسانی سلوک کیا جائیگا ان کے بارہ میں مناسب معلومات فراہم کی جائیں گی اور مناسب اداروں یا افراد کو ان جنگی قیدیوں سے ملاقات کرنے کی اجازت ہوگی۔

• یہ کہ زخمیوں کو علاج کی تمام سہولتیں دی جائیں گی اور ایسے اداروں اور افراد کو ہرگز گزند نہیں پہنچایا جائے گا جو زخمیوں کے علاج اور تیمارداری میں مصروف ہونگے۔

• یہ کہ تمام افراد کی غیر مشروط حفاظت کی جائیگی۔

• یہ کہ عزتِ نفس کو مجروح کرنے یا اذیت پہنچانے، یا اجتماعی سزا نافذ کرنے اور یرغمال بنانے، جائیدادوں کو تباہ کرنے اور نسل، عقیدہ، قومیت یا سیاسی وابستگیوں کی بناء پر امتیازی سلوک کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دی جائے گی۔"

آپ خود ہی فرمائیے کہ یہ منشور اور یہ صراحتیں اور یہ وضاحتیں، کس نے کس وقت اور کس زمانہ میں نسلِ انسانی کے لیئے وضع کی تھیں۔ کیا یہ باتیں حضورؐ کے خطباتِ اقدس میں جا بجا جواہر کی طرح بکھری ہوئی نہیں ہیں؟

اگر آپ میری اس بات سے اتفاق رکھتے ہیں تو آپ یقیناً اس بات سے بھی اتفاق کریں گے کہ روئے زمین پر بسنے والا کوئی بھی انسان حضورؐ کے دائرۂ رحمت سے باہر نہیں ہے۔ اس لیئے کوئی بھی حضورؐ کے زاویہ سے غیر نہیں ہے۔ ہاں! یہ بات ضرور ہے کہ جو باتیں

(باقی صـ۱۳ پر)

یوسف سہیل شوق

آدھا اجتماع

جو پورے اجتماع سے زیادہ یادگار اور مثالی رہا

جماعت احمدیہ کی دوسری صدی کے پہلے اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے

بعض دلچسپ پہلو

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ۴۰ واں اور جماعت احمدیہ کی دوسری صدی میں خدام الاحمدیہ کا پہلا اجتماع اگرچہ اپنے کُل وقت کا محض نصف حصہ جاری رہا۔ اس کے باوجود اپنے جوش و خروش، زبردست قوتِ ایمانی کے مظاہروں، خدام کے بے مثال نظم و ضبط اور اختتام پر ہونے والی رقت آمیز انتہائی پُرسوز دعا کے اعتبار سے ایک مثالی اور یادگار اجتماع تھا۔

اجتماع کی مقررہ تاریخوں سے صرف ۵ روز قبل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ کی طرف سے اجتماع کے انعقاد کی تحریری اجازت موصول ہوئی۔ چونکہ گزشتہ پانچ سال سے ہر سال درخواست کے باوجود اجازت نہیں مل رہی تھی۔ اس سال بھی اجتماع کے انعقاد کا معاملہ مشکوک تھا لہٰذا انتظامات بھی کوئی خاص نہیں کیے گئے تھے۔ لیکن جب صرف چند روز قبل اجازت مل گئی تو خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے اس اجتماع کے انعقاد کو ایک چیلنج سمجھ کر قبول کر لیا اور پوری تنظیم جس کی تربیت خالص روحانی اور مذہبی بنیادوں پر ہوئی ہے فوری طور پر حرکت میں آگئی۔ ملک بھر میں خدام کو اطلاع کروائی گئی اور پھر مرکز سلسلہ میں اس کے انتظامات تیزی سے مکمل کرنے شروع کر دیئے گئے۔ صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ محترم محمود احمد صاحب جو عرصہ دس سال سے مسلسل صدر مجلس کے عہدے پر فائز ہونے کا غیر معمولی اعزاز رکھتے ہیں انہوں نے چند دنوں کے اندر انتظامات مکمل کروا دیئے۔

امسال چونکہ حکومت کی طرف سے اجتماع چار دیواری کے اندر منعقد کرنے کی اجازت تھی چنانچہ احاطہ بیت اقصیٰ میں چند دنوں میں انتظامات شروع ہو گئے۔ رہائش اور کھانے کے انتظامات طے ہو گئے اور علمی اور ورزشی مقابلہ جات کروانے والوں نے اپنی تیاریاں مکمل کر لیں۔ چند دنوں میں ہزاروں خدام و اطفال کی آمد

قیام وطعام اور اجتماع کی جملہ کارروائیوں کے بارے میں ہر قسم کے انتظامات مکمل کر لینا یقیناً مجلس خدام الاحمدیہ کی اہم کارکردگی ہے۔ قیام وطعام کے انتظام میں دفتر جلسہ سالانہ نے بہت تعاون کیا۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔
مرکز سلسلہ سے باہر مختلف مجالس نے بھی اپنا اپنا کردار ادا کیا۔ مرکز سے اطلاع موصول ہوتے ہی مختلف شہروں سے خدام نے اجتماع میں آنے کی تیاریاں کرنی شروع کر دیں۔ بعض نے چھٹیاں حاصل کرنی تھیں بعض نے اور انتظامات کرنے تھے۔ ان سب باتوں کے اعتبار سے یہ خطرہ بھی تھا کہ اتنی جلدی میں انتظامات میں کہیں کوئی کمی نہ رہ جائے اور خدام کو کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ چونکہ انہی دنوں اطفال اور لجنات و ناصرات کے اجتماعات بھی منعقد ہونے کی اجازت مل گئی تھی، لہذا چند دنوں کے اندر اندر ایسے انتظامات طے کرنا کہ بچوں اور عورتوں کو کسی مشکل کا سامنا نہ کرنا پڑے ایک بڑا مشکل امر تھا۔

ملک کے مختلف حصوں سے آنے والے خدام نے مرکز کی آواز پر فوری لبیک کہا اور جوق در جوق آنے شروع ہو گئے۔ جمعہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۸۹ء کا دن چڑھا تو ربوہ کی وہ رونقیں جو عرصہ ۵ سال سے ماند پڑی ہوئی تھیں پھر تازہ ہونی شروع ہو گئیں۔ بسوں کے اڈے پر سواریاں اترنے کا منظر ایک بھولا بسرا نظارہ یاد کروا رہا تھا۔ پانچ سال سے مرکز سلسلہ میں آنے کو ترسے ہوئے لوگ اتنی تعداد میں آرہے تھے کہ جیسے کسی پرشور ندی کا بند ٹوٹ گیا ہو۔ خدام، اطفال، لجنات اور ناصرات سے ربوہ کی سڑکیں اور گلیاں بھر گئیں۔ خوش وخرم اور پررونق چہرے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر اجتماع کی مبارک بادیں دے رہے تھے۔ ساتھ ہی ایک کسک بھی دلوں کو تڑپا رہی تھی کہ پیارا اور محبوب آقا ہمارا امام ہمارے درمیان موجود نہیں۔ کاش وہ محبوب بھی ہمارے درمیان ہوتے تو اس اجتماع کا لطف کتنا شاندار ہوتا۔

جمعہ کی صبح کو اخبارات نے ایک عجیب خبر چھاپی کہ اجتماعات کی اجازت منسوخ کر دی گئی ہے۔ مرکز سے لوگوں نے پوچھا کہ چونکہ مرکز کو حکام کی طرف سے کوئی ایسی تحریری اطلاع نہ ملی تھی لہذا یہی کہا گیا کہ اجتماع منعقد ہوگا۔ ادھر حکومت نے اجتماع کو ناکام بنانے کا ایک اور طریق اختیار کیا۔ ربوہ کے اطراف میں ایک طرف چنیوٹ اور دوسری طرف لالیاں کی سمت پولیس والوں نے اجتماع میں شریک ہونے ہونے کے لیئے آنے والی سپیشل بسوں کو روکنا شروع کر دیا اور کئی بسوں کو روک کر واپس جانے پر مجبور کر دیا گیا۔ انفرادی طور پر آنے والوں کو بھی بسوں سے اتار دیا گیا اور کہا گیا کہ وہ واپس چلے جائیں۔ کئی لوگ چنیوٹ وغیرہ مقامات سے پیدل ہی مرکز پہنچ گئے۔ ایک اندازے کے مطابق ڈیڑھ درجن کے قریب بسوں کو شمولیت سے روک کر واپس کر دیا گیا۔
ان سب پابندیوں کے باوجود اجتماع وقت مقررہ پر شروع ہوا اور پہلا دن کامیابی سے ختم ہوا۔ دوسرے دن بھی دوپہر تک یہ سلسلہ کامیابی سے جاری رہا تا آنکہ حکومت کی طرف سے تحریری طور پر پروانہ دے دیا گیا کہ دی گئی اجازت منسوخ کی جاتی ہے۔ اس دوران دوسرے دن حضرت امام جماعت احمدیہ کا روح پرور اور ایمان افروز پیغام بھی

موصول ہو گیا جو صدر محترم نے خود پڑھ کر سنایا۔ حضور کے پیغام نے دلوں میں تازگی کی نئی لہر دوڑا دی۔ حضور نے اپنے پیغام میں احمدیت کی ترقی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی جس نئی بشارت کا تذکرہ کیا اُس کو سُن کر دلوں میں زندگی اور لطف و مسرت کی ایک نئی رَو جنم لینے لگی۔

دوسرے روز پونے گیارہ بجے کے قریب جب کہ اجتماع کا ایک مقبول پروگرام مقابلہ عام دینی معلومات جاری تھا۔ اس پروگرام کو روک کر صدر محترم نے حضور کا تازہ پیغام پڑھ کر سُنایا پھر خود خطاب فرمایا۔ اس کے بعد مکرم چوہدری عبدالرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ نے اسسٹنٹ کمشنر چنیوٹ کا حکم نامہ پڑھ کر سُنایا جس میں لکھا تھا کہ اجتماع کی جو اجازت دی گئی تھی وہ واپس لی جاتی ہے۔

اس کے بعد اختتامی دُعا ہوئی۔ یہ دُعا کیا تھی آہوں اور سسکیوں کا ایک ایسا طوفان تھا کہ جس سے عرش کے پائے بھی لرز لرز گئے ہوں گے۔ خدام کے دلوں کی حسرتیں آنسو اور چیخیں بن کر نکل رہی تھیں۔ اپنے محبوب کی جدائی سے دل پہلے ہی فگار تھے اب اجتماع کی منسوخی کی خبر نے دلوں کو تڑپا کر رکھ دیا۔

اجتماع ختم ہو گیا لیکن خدام کے دل مرکز سے جانے کو نہ کرتے تھے۔ چنانچہ خدام کی بہت بڑی تعداد اس روز مرکز ہی میں مقیم رہی اور اگلے دن روانہ ہوئی۔ مرکز کی چہل پہل اور رونق قریباً تین دن تک جاری رہی۔

یہ ایک نامکمل اجتماع تھا۔ شاید خدام الاحمدیہ کی تاریخ میں واحد اجتماع جو کسی حکومت نے ادھورا کروایا ہو۔ لیکن اِس ڈیڑھ دن نے تین دن سے زائد کا کام کر دکھایا۔ دلوں کی تڑپ اَور بڑھ گئی، ایمان اَور مضبوط ہو گیا، دعاؤں میں ایک نئی شدت اور لگن پیدا ہوئی اور مرکز کی برکات سے استفادہ کا بہترین موقع میسر آ گیا۔

بہرحال! ہر لحاظ سے یہ اجتماع ایک تاریخی اور یادگار حیثیت کا حامل ٹھہر گیا ؛

مقابلہ بین الاضلاع کے نتائج!

سال ۸۹-۱۹۸۸ء میں مجلس خدام الاحمدیہ کے مقابلہ بین الاضلاع میں حُسن کارکردگی کی بنا پر قیادت ضلع لاہور اول قرار پا کر انعامی شیلڈ اور سندِ امتیاز کی مستحق قرار پائی جبکہ قیادت ضلع کراچی دوم اور قیادت ضلع فیصل آباد سوم قرار پا کر سنداتِ امتیاز کی مستحق قرار پائی ہیں۔

مقابلہ میں آنے والے دیگر اضلاع بالترتیب مندرجہ ذیل ہیں:۔

نمبر ۴ لاڑکانہ۔ نمبر ۵ سرگودھا۔ نمبر ۶ راولپنڈی نمبر ۷ قصور۔ نمبر ۸ جھنگ۔ نمبر ۹ حیدر آباد۔ نمبر ۱۰ کوئٹہ۔

معتمد
مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

(جناب عبید اللہ علیم صاحب۔ کراچی)

نور سے بھر جائے دل وہ رنگ ہے تحریر کا
آپ کیا ہوگا کہ جب عالم ہے یہ تصویر کا

دو زمانوں میں مسلسل ہے ہماری زندگی
اِک زمانہ خواب کا ہے دوسرا تعبیر کا

جب ہوئے ہم گوش برآواز تو ہم پر کھُلا
ہر نئے عالم میں اِک عالم تری تقدیر کا

رہ گیا مقتول کی شانِ شہادت دیکھ کر
سینۂ شمشیر کے اندر ہی دم شمشیر کا

آپ کی اپنی عدالت کیجئے جو فیصلہ
ہاں مگر وہ فیصلہ اِک آخری تقدیر کا

کوئی پابندی نہ چاہے ایسی آزادی کہاں
خود مری خواہش سے نکلا سلسلہ زنجیر کا

دعوئ اوجِ سخن اپنی جگہ لیکن علیم
میں بھی تھا غالب کا قائل معتقد تھا میر کا

حضرت عیسیٰؑ کی زندگی پر ایک تحقیقی نظر!

(مکرم ڈاکٹر محمد علی صاحب)

عظیم الشان متنازعہ شخصیت

خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش، زندگی اور موت کو اس رنگ میں ایک نشان ٹھہرایا ہے کہ دنیا کے تین بڑے مذاہب میں آپؑ کی شخصیت ایک وجہ ابتلاء رہی ہے۔ یہودی، عیسائی اور مسلمان ہر ایک مذہب کے ماننے والے آپؑ کی پیدائش، زندگی اور موت کے بارے میں اختلافِ عظیم کا شکار ہیں۔ موجودہ زمانے میں خالص منطقی اور سائنسی انداز کی تحقیقات نے حضرت عیسیٰؑ کی زندگی پر زبردست روشنی ڈالی ہے۔ درج ذیل مضمون میں مختصراً چند تحقیقی حوالوں کا ذکر کرتا ہوں۔

حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش

آپؑ کی بن باپ پیدائش پر ہر تین مذاہب متفق ہیں۔ جدید سائنسی تحقیق کے مطابق بن باپ پیدائش ناممکن نہیں ہے اور دیگر مثالیں بھی سامنے آچکی ہیں۔ دیکھئے:-

1- INCYCLOPAEDIA BRITANICA
UNDER "VIRGIN BIRTH"
2- "ANOMALIES AND CURIOSITIES OF MEDICINE" BY W. B SAUNDERS & CO., LONDON.

قرآن کریم اور بائیبل حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش بن باپ پر متفق ہیں۔

آپؑ کی پیدائش کا زمانہ

عیسائی دنیا میں حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کا دن ۲۵ر دسمبر کو منایا جاتا ہے حالانکہ یہ تاریخ بغیر کسی خاص ثبوت یا تحقیق کے مقرر کی گئی ہے۔ اسی طرح سالِ پیدائش کے بارے میں اب معلوم ہو چکا ہے کہ یہ درست نہیں تھا۔ قرآن کریم کی الہامی بنیاد کے مطابق بوقتِ پیدائش حضرت مریمؑ کو ہدایت ملی کہ کھجور کے درخت کو ہلا ڈ اور کھجور کھا کر گزرِ اوقات کرو۔ حالانکہ دسمبر کے مہینہ میں قطعی طور پر فلسطین کے اندر کھجوروں کا موسم نہیں ہوتا بلکہ قرینِ قیاس یہی ہے کہ یہ جولائی اور اگست کا زمانہ تھا۔ حال ہی میں بعض ماہرین نے اُس ستارے کے نکلنے کا تعین کیا ہے جس کے بارے میں کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی

پیدائش کے وقت نکلا تھا اس کا زمانہ بھی اگست ستمبر بنتا ہے۔

Dr ARTHUR S. PEAKE کی تحقیقات کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش ۸ سنہ ق۔م اگست یا ستمبر کے مہینے میں ہوئی ہے۔

("COMMENTARY ON The BIBLE" BY Dr. PEAKE)

اور یہی قرآنی تفسیر سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے دیگر بہن بھائی

انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریمؑ اور یوسف نجار کی شادی کے بعد ان کی اولاد ہوئی۔ اور یعقوب، یوسیس اور یہوداہ اور شمعون ان کے نام تھے۔ (مرقس باب ۶، آیت ۲ تا ۵)

بچپن میں سفر

معلوم ہوتا ہے کہ جن طویل مسافتوں کا سامنا حضرت عیسیٰؑ نے بعد میں کرنا تھا، خدا تعالیٰ نے اپنی خاص قدرت سے ان کو پہلے ہی سے تیار کرنا شروع کیا۔

متی کی انجیل باب ۲، آیت ۱-۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیدائش کے فوراً بعد حضرت عیسیٰؑ کی تلاش میں کچھ لوگ مشرق سے سفر کرتے ہوئے یروشلم میں وارد ہوئے:

"دیکھو کئی مجوسی پورب سے یروشلم میں یہ کہتے ہوئے آئے کہ یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا ہے وہ کہاں ہے؟ کیونکہ پورب میں اس کا ستارہ دیکھ کر ہم اسے سجدہ کرنے آئے ہیں۔"

(متی باب ۲، آیات ۱-۳)

جدید محققین میں سے بعض کا خیال ہے کہ مشرق سے یروشلم جانے والے یہ بزرگ دراصل بدھ مت کے لاما تھے جو اپنی مذہبی کتب میں موجود پیشگوئیوں کے مطابق "سفید مسیح" کے انتظار میں تھے اور مشرق سے ستارہ طلوع ہونے پر وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ مسیح کا ورود ہو چکا ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ چاند سورج کے گرہن سے بعض علماء نے معلوم کر لیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے عین مطابق حضرت مہدی آخرالزمان کا نزول ہو چکا ہے۔ بعض ماہرین کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو اسی وقت بدھ لاما اپنے ساتھ ہندوستان لے آئے اور لداخ اور کشمیر کے اندر واقع عظیم الشان بدھ مراکز میں ان کی تربیت شروع ہوئی۔ ("JESUS LIVED IN INDIA" By HOLGERKERSTEN 1986)

متی کی انجیل میں بھی یہی آیا ہے کہ ہیرودیس کے خوف سے حضرت مریمؑ اور عیسیٰؑ یروشلم سے چلے گئے۔ (گو انہوں نے مصر کا لکھا ہے۔)

جو لوگ موازنۂ مذاہب کے ماہر ہیں انہوں نے انجیل کی تعلیمات اور حضرت بدھ کی تعلیمات میں بے حد مشابہت اور یکسانیت دریافت کی ہے۔ (دیکھئے تفصیل "JESUS LIVED IN INDIA" (BY HOLGER KERSTEN (1986))

محققین کا رجحان اس طرف بڑھ رہا ہے کہ

حضرت عیسیٰؑ نے اپنی زندگی میں ہندوستان کی طرف دو دفعہ سفر کیا۔ بچپن کا یہ سفر اور پھر واقعۂ صلیب کے بعد کا سفر۔

اغلب امکان یہی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی تربیت بچپن سے جوانی تک اِدھر ہندوستان میں بُدھ لاماؤں کے درمیان مکمل ہوئی اور آپ نے موجود بنی اسرائیل کے قبائل کے درمیان اور بدھ مذہب کے علماء سے تعلیم حاصل کی۔ اسی طرح آپ کو اُس زمانے کے قدیم (یہودی مذہب) اور جدید (بُدھ مذہب، جو چار سو سال پُرانا تھا) مذاہب کے بارے میں مکمل علم حاصل ہوا۔

فلسطین میں واپسی

متی کی انجیل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فلسطین میں واپسی کے وقت آپ منصب نبوّت پر سرفراز ہو چکے تھے کیونکہ جگہ جگہ آپ کے تعلیم دینے کا گلیل کے عبادت خانوں میں جانے کا صاف ذکر ملتا ہے۔ (متی باب ۲، ۲۳)۔ قرآن کریم میں بھی جہاں حضرت عیسیٰؑ کی اپنی قوم میں واپسی کا ذکر ہے تو یہودی فریسی اُن کی ماں پر اعتراض کرنے لگے جس کے جواب میں حضرت مریمؑ نے اشارہ سے کہا کہ میرے بیٹے سے بات کرو۔ حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں :-

"میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اُس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔ اور مجھے مبارک ٹھہرایا ہے۔ جہاں بھی میں ہوں۔ اور مجھ پر تا زندگی نماز اور زکوٰۃ فرض کیا ہے۔" (مریم آیات ۳۲،۳۳)

قرآن کریم اور انجیل سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ نے واپسی کا سفر اُسی وقت کیا جب آپ خدا تعالیٰ کے حکم سے عہدۂ رسالت پر مامور ہو گئے۔

آزمائش اور تکالیف کا دَور

جیسا کہ دائمی سُنّت اللہ ہے حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم کے ہاتھوں سخت تکالیف اٹھائیں۔ قوم نے آپؑ کو رد کیا۔ آپ پر گندے الزام لگائے اور آپؑ کو جھوٹا اور فریبی کہا (نعوذ باللہ)۔ آپؑ کے اوپر مقدمہ چلایا گیا اور یہودی علماء کے زبردست دباؤ کی وجہ سے پلاطوس کی عدالت نے آپؑ کے مصلوب کئے جانے کا حکم جاری کیا۔ پلاطوس کی بیوی نے خواب میں دیکھا کہ ظلمِ عظیم ہو رہا ہے اور جناب عیسیٰؑ قطعی معصوم ہیں۔ اس خواب کا گورنر پلاطوس پر اثر تھا جو ایک شریف النفس مگر بزدل آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کے ایک ساتھی یوسف آرمتیا کو اعتماد میں لیا اور صلیب دینے کے لئے ایسا وقت مقرر کیا کہ اگلے دن سبت کی وجہ سے آپؑ کو زیادہ دیر صلیب پر نہ رکھا جا سکے۔ آپؑ جمعہ کے دن غروب آفتاب سے صرف ۳ گھنٹے پہلے صلیب پر چڑھائے گئے اور سورج غروب ہونے سے پہلے ہی اُتار لیئے گئے۔ آپ کے ساتھی یوسف آرمتیا آپؑ کو ایک غار کی طرف لے گئے۔ آپؑ سخت تکلیف کی وجہ سے اور خون بہہ جانے کی وجہ سے بے ہوش تھے۔ ایک خاص مرہم آپؑ کے زخموں کے لئے استعمال ہوئی جو آج تک "مرہم عیسیٰ" کے نام سے طب کی کتابوں میں مشہور ہے۔

صلیبی موت سے بچنا

قرآن کریم نے ۱۴ سو سال پہلے اس عظیم الشان حقیقت کا اعلان فرمایا کہ آپ نہ قتل ہوئے تھے اور نہ ہی صلیب پر مرے تھے۔ یہ محض قرآن کریم کا معجزہ ہے کہ اس صداقت کا اُس وقت اظہار کیا کہ عیسائی اور یہودی دونوں اپنے اپنے انداز میں اس بات پر قائم تھے کہ جناب عیسیٰؑ صلیب پر مر گئے تھے، حالانکہ اناجیل ہی سے یہ بات قطعی طور پر ظاہر ہے کہ آپ صلیب پر سے زندہ اتارے گئے اور بعد ازاں زخموں کے ٹھیک ہونے پر آپ نے دوبارہ تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع کیا تا آں کہ آپ نے ارضِ فلسطین سے الٰہی منشاء کے مطابق ہجرت فرمائی اور کشمیر میں چلے آئے۔ چند شواہد کا ذکر مختصراً کرتا ہوں۔

(۱) جناب عیسیٰؑ نے صلیب پر تین دن کی بجائے صرف تین گھنٹے گزارے۔ (مرقس باب ۱۵، آیات ۳۳-۴۶
متی باب ۲۷، آیات ۴۵، ۵۸)

(۲) آپ کی ٹانگیں نہیں توڑی گئیں جیسا کہ دیگر مجرموں کی توڑی جاتی تھیں جس سے موت واقع ہو ہو جاتی تھی۔ (متی ۳۸ : ۲۷، مرقس ۲۷ : ۱۵)

(۳) نیزہ مارنے سے پسلیوں کے بیچ میں سے خون کی دھار نکلی۔ جو لاش سے کبھی نہیں نکل سکتی بلکہ دل کے دھڑکنے اور دورانِ خون کا ثبوت ہے۔
(یوحنا ۳۴ : ۱۹)

(۴) جس چادر میں جناب عیسیٰؑ کو لپیٹا گیا تھا وہ آج تک "مقدس کفن" کے نام سے موجود ہے اور اس پر کثیر تعداد میں تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ جس وقت حضرت عیسیٰؑ کو اس میں رکھا گیا تھا آپ زندہ تھے اور چادر کے اوپر بھی ۲۸ خون کے چھوٹے بڑے داغ ہیں۔ اس کثرت سے خون کسی لاش سے نہیں نکلتا۔ (KURT BERNA ETC)

(۵) "مرہم عیسیٰ" کا طب کی ۱۰۰۰ سے زائد کتب میں ذکر ہے۔ ان میں مشہور کتاب "القانون" جو ابن سینا کی تالیف ہے، بھی شامل ہے۔

(۶) حضرت عیسیٰؑ کا تین دن کے بعد گلیل کی گلیوں میں پھرنا اور مریدوں سے ملنا اور کھانا مانگنا اُن کے زندہ ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔
(یوحنا ۲۹-۱۲ : ۲۰، لوقا ۳۶-۲۶ : ۲۴)

(۷) واقعۂ صلیب کے بعد دمشق کا سفر اور وہاں ساؤل سے ملاقات کا ذکر موجود ہے۔ (اعمال ۵-۱ : ۹)

(۸) مریدوں کو تسلی دینا کہ بہت جلد وہ واپس فلسطین آئیں گے۔ یہ امید رکھنا کہ حالات تبدیل ہو جائینگے۔

(۹) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کہ عیسیٰؑ نے ۱۲۰ سال کی عمر پائی۔ (بحوالہ کنز العمال جلد دوم صفحہ ۳۴)

(۱۰) اور سب سے بڑھ کر قرآن کریم کی عظیم شہادت کہ آپ نہ قتل ہوئے نہ مصلوب ہوئے۔

بنی اسرائیل کے دس گم شدہ قبائل کا افغانستان اور کشمیر میں ورود

۵۹۹ سنہ ق-م میں بخت نصر بادشاہ نے یروشلم کو تباہ و برباد کر دیا اور اسرائیلی قبائل کو قید کر کے اپنے ساتھ بابل لے گیا۔ بنی اسرائیل کے دو انبیاء

حزقی ایل اور دانیال اپنے قبائل کے ساتھ قید میں رہے۔ اگرچہ یروشلم ایک سو سال بعد دوبارہ آباد ہوا اور بہت سے اسرائیلی واپس آ گئے مگر ایک کثیر تعداد اس سو سال کے اندر دور دور تک بکھر گئی جو بنی اسرائیل کے ۱۰ گم شدہ قبائل کے نام سے مشہور ہو گئے۔

بنی اسرائیل کے دس گم شدہ قبائل کہاں چلے گئے؟ یہ سوال ہمیشہ پوچھا جاتا رہا ہے۔ جدید تاریخی تحقیقات اور قوموں کے درمیان روابط بڑھنے سے اس مسئلے پر بہت روشنی پڑتی ہے۔

پانچویں صدی کے مشہور عیسائی عالم S.T JEROME لکھتے ہیں کہ اسرائیل کے بکھر جانے کے بعد سے آج تک ۱۰ قبائل فارس کے بادشاہ کے ماتحت علاقوں میں آباد ہیں۔

اسی طرح قدیم کتاب ESDRAS کتاب دوم میں لکھا ہے کہ HOSEA بادشاہ کے زمانے میں بنی اسرائیل کے دس قبائل شام سے ہوتے ہوئے اسارہ کے علاقے میں لائے گئے۔ اسارہ کے بارے میں THOMAS LEDLIE نے اپنی کتاب "MOVE LEDLIAN" میں اور "طبقات ناصری" کے مصنف نے لکھا ہے کہ اسارہ یہی علاقہ ہے جو آج کل ہزارہ کہلاتا ہے۔

اسی طرح اہل کشمیر اور افغانوں کے بارے میں نسلی تحقیق سے ثابت ہے کہ ان کا تعلق بنی اسرائیل کے ۱۰ قبائل سے ہے۔ یہی پختونوں کا اپنا بھی نظریہ ہے جو صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔

۱۰۰۰ھ ہجری میں لکھی گئی کتاب "روضات الالباب فی تواریخ الاکابر والانساب" کے مصنف ابو سلیمان داؤد بن ابوالفضل محمد نے پختون قوم کا شجرہ نسب بنی اسرائیل سے ملایا ہے۔ اسی طرح "مراۃ العالم" کے مصنف بختور خان نے بھی یہی تحقیق لکھی ہے۔ ان کے علاوہ "خلاصۃ الانساب" کے مؤلف حافظ رحمت بن شاہ عالم اور رسالہ انساب افغانہ" کے مؤلف فرید الدین احمد کا بھی یہی نظریہ ہے۔ بہت سے انگریز مؤرخین اور مصنفین نے بھی اس نظریہ کی صداقت کو تسلیم کیا ہے۔ چند کے نام اور حوالے درج ذیل ہیں:-

۱- SIR ALEXANDER BURNES کی کتاب "TRAVELS IN BOKHARA" (1935ء)

۲- DV. JOSEPH WOLFF کی کتاب NARRATIVE OF A MISSION TO BOKHARA (1943-45

۳- J.B. TRASER' BOOK: "AN HISTORICAL & DESCRIPTIVE ACOUNT OF PERSIA AND AFGHANISTAN" (1843ء)

۴- LOST TRIBES" (1861ء) GEORGE MOORE'

۵- SIR THOMAS HOLDITSH' BOOK: "THE GATES OF INDIA"

۶- بہت سے دیگر ماہرین مثلاً:-

GENERAL SIR GEORG MACUMN,
COL G.B. MALLESON,
E. BALFOUY,
SIR HENRY YULE,
SIR GEORGE ROSE,
SIR WILLIAM JONES,
SIR JOHN MALCOLM
CHAMBERLAIN

وغیرہم نے الگ الگ اپنی تحقیقات کے نتیجے میں یہ نظریہ ثابت کیا ہے کہ اہلِ کشمیر اور افغانوں کا نسلی رشتہ بنی اسرائیل سے جا ملتا ہے۔

بہت سے کشمیری مؤرخین نے بھی اس نظریے کی تصدیق کی ہے۔ "تاریخ کشمیر" کے مصنف ملا نادری (۱۴۱۶ء۔۱۳۷۸ء) "وقائع کشمیر" کے مؤلف ملا احمد اور "حشمتِ کشمیر" کے مصنف عبدالقادر بن قاضی القضات واصل علی خان نے اِس نظریے کو درست تسلیم کیا ہے کہ اہلِ کشمیر کا تعلق بنی اسرائیل سے ہے۔ اسی بات کو پنڈت نرائن کول نے اپنی کتاب "گلدستہ کشمیر" اور پنڈت رام کاک نے اپنی کتاب "ANCIENT MANUMENTS OF KASHMIR" میں تسلیم کی ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی اپنی کتاب "GLIMPSES OF WORLD HISTORY" میں اِس نظریے کی تائید کی ہے۔

پس جبکہ یہ بات واضح ہے کہ افغانستان اور کشمیر کے اندر بنی اسرائیل کے ۱۰ قبائل آکر پناہ گیر ہوئے تھے تو جناب عیسیٰؑ کا یہاں ہجرت کرنا زیادہ قرینِ قیاس معلوم ہوتا ہے۔

واقعۂ صلیب کے بعد کچھ عرصے تک حضرت عیسیٰؑ گلیل میں رہے اور پھر وہاں سے بحکم خداوندی ہجرت فرمائی۔ یہاں سے حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کا دوسرا دَور شروع ہو جاتا ہے جو طویل ترین تھا۔

حضرت عیسیٰؑ کا فلسطین سے کشمیر کا سفر

فلسطین سے نکل کر حضرت عیسیٰؑ دمشق میں کچھ عرصہ پناہ گزین رہے۔ انجیلوں میں اِس کا واضح طور پر ذکر آتا ہے۔ ساؤل سے ملاقات جو دمشق میں ہوئی اِس کا ذکر اعمال باب ۹، آیات ۱۔۵ میں آیا ہے۔ جس مقام پر دمشق سے تین میل دُور عیسیٰؑ ٹھہرے رہے تھے وہ مقام آج تک "مقامِ عیسیٰؑ" کے نام سے مشہور ہے۔

"روضات الصفاء فی سیرت الانبیاء والملوک والخلفاء" کے مؤلف میر محمد بن خاوند شاہ ابن محمد لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ اور ان کی والدہ کو یہود نے شہر سے نکالا تو وہ پہلے شام پھر موصل اور پھر ALEPPO تشریف لے گئے۔ اِس سفر کے دَوران حضرت عیسیٰؑ نے یوز آصف کے خفیہ نام سے سفر کیا۔

یہاں سے حضرت عیسیٰؑ کا مقدس قافلہ ایران میں وارد ہوتا ہے

ایران میں وُرود

مشہور ایرانی فاضل آغا مصطفائی اپنی کتاب "احوال اہالیانِ فارس" میں لکھتے ہیں کہ ایران میں

یوز آصف صاحب نے تبلیغ کی اور کئی لوگ آپ پر ایمان لائے۔

ایران سے افغانستان کا سفر

ایران سے آگے حضرت عیسیٰؑ کا مقدس قافلہ افغانستان میں داخل ہوُا۔ غزنی اور جلال آباد میں دو ایسے چبوترے ہیں جن کے بارے میں مشہور ہے کہ یوز آصف نبی نے ان پر بیٹھ کر درس دیا۔

گندھارا میں ورود

افغانستان سے جناب عیسیٰؑ درّہ خیبر کے راستے پشاور تشریف لائے۔ اس وقت یہ علاقہ گندھارا تہذیب کا بڑا مرکز تھا۔ یہاں سے حضرت عیسیٰؑ ٹیکسلا پہنچ گئے۔

'ACTA THOMEA' نامی کتاب میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے ٹیکسلا کے اندر درس و تعلیم دی اور جناب کے وجود کا ذکر ہے۔ ٹیکسلا سے حضرت عیسیٰ راولپنڈی کے راستے مری تشریف لے گئے۔ دوران سفر حضرت بی بی مریمؑ جو بوڑھی اور ضعیف ہو چکی تھیں مری میں وفات پا گئیں۔ مری کا یہ قصبہ ۱۸۷۵ء تک "میری" کہلاتا تھا۔ پنڈی پوائنٹ کے قریب واقع ڈیفنس ٹاور کے قریب ایک مزار ہے جو آج بھی "مائی میری دا آستان" کے نام سے مشہور ہے۔ یہی حضرت بی بی مریمؑ کا مزار ہے۔ جس راستے سے حضرت عیسیٰؑ کشمیر میں داخل ہوئے تھے وہ آج بھی "یسوع مرغ" کہلاتا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ نے گندھارا کے اندر اور کشمیر کی وادی میں ایک طویل عرصہ تک کلمۂ توحید کی تبلیغ کی اور آپ کی تبلیغ سے بہت بڑی تعداد میں اسرائیلی اور بدھ مذہب کے پیروکار آپ پر ایمان لائے۔ متعدد ایسے آثار ملتے ہیں جن سے حضرت عیسیٰؑ کا کشمیر میں رہنا قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے۔

کشمیر کے راجہ شالیوان سے ملاقات

39-50 AD ء یعنی پہلی صدی عیسوی کے پہلے نصف میں کشمیر کے اندر بکرماجیت کے پوتے راجہ شالیوان کی حکومت تھی۔ ہندو مذہب کے مقدس نسخہ "بھاوشیا مہا پُرانا" (پُرانا نمبر ۹) کے اندر آیات ۱۷-۳۲ میں مذکور ہے کہ ایک دن کشمیر کا راجہ شالیوان پہاڑوں میں گھوم رہا تھا کہ ایک بزرگ صورت انسان سے اُن کی ملاقات ہوئی۔ راجہ نے اُن سے پوچھا کہ "تم کون ہو؟" انہوں نے فرمایا "مجھے خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ مجھے ایک کنواری نے جنا ہے"۔ راجہ یہ جواب سُن کر بہت حیران ہوُا اور مزید تفصیل دریافت کی۔ جس پر حضرت عیسیٰؑ نے اُن سے فرمایا کہ میں دُور دراز کے ملک سے آیا ہوں۔ جہاں سچ معدوم ہو چکا ہے اور جھوٹ کا دَور دَورہ ہے۔ میں اُن لوگوں کے لئے مسیح بن کر آیا تھا مگر انہوں نے مجھے بہت اذیتیں دیں۔ یہ حوالہ نہ صرف بہت اہم ہے بلکہ ایک نشانِ خداوندی سے کم نہیں کہ اب تلک محفوظ چلا آیا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے دَورانِ کشمیر آثار میں سے "تختِ سلیمانی" کی مرمت شامل ہے۔ کشمیر سرینگر کے ایک قدیم اسرائیلی معبد ہے جو غالباً حضرت سلیمانؑ کے معبد کی یاد میں اسی صورت پر تعمیر کرکے "تختِ سلیمانی"

کے نام سے موسوم کیا گیا تھا۔ کشمیر کے راجہ گوپندا کے دور میں اس معبد کی مرمت ہوئی۔ راجہ گوپندا کا دور ۴۹ء تا ۱۰۹ء تک رہا ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جناب عیسیٰؑ نے طویل عمر پائی۔ اس زمانے میں کشمیر میں حضرت عیسیٰؑ (یوز آصف) نے اپنی نبوت کا خوب پرچار کیا اور بڑا معزز مقام حاصل کیا۔ "تختِ سلیمان" کی مرمت کے بعد اس کے اوپر یہ عبارت کندہ کر دی گئی جو موجود ہے کہ :۔

"یوز آصف جو بنی اسرائیل کے قبائل
کا یسوع ہے، نے اپنی نبوت کا اعلان کیا
سال : ۵۴ بنی اسرائیل کے قبائل کا یسوع"

یہ عبارت تختِ سلیمان پر کندہ کر دی گئی۔

حضرت عیسیٰؑ کی وفات

ارضِ کشمیر میں ایک طویل اور کامیاب دور گزارنے کے بعد حضرت عیسیٰؑ نے یہیں پر وفات پائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی الہامی خبر کے مطابق آپؑ نے ۱۲۰ سال کی طویل عمر پائی۔ (کنز العمال جلد دوم صفحہ ۳۴)

جناب شیخ صادق نے اپنی کتاب اکمال الدین صفحہ ۳۵۷ پر تحریر فرمایا ہے کہ آپ کے بھائی تھوما Thoma نے آپؑ کی تدفین یہودی رسم کے مطابق کی۔

حضرت عیسیٰؑ کا روضہ آج تک خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک نشانِ عظیم کے طور پر محفوظ ہے۔ کشمیر سری نگر محلہ خانیار میں "روضہ بل" کے نام سے جو مشہور مزار ہے یہیں پر حضرت عیسیٰؑ یوز آصف کے نام سے دفن ہیں۔

مشہور مؤرخین اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ روضہ بل کے اندر ایک نبی کا مزار ہے جو دو ہزار سال سے موجود ہے۔

مشہور مؤلفین اور مؤرخین مثلاً ENRIQUE نے اپنی کتاب "THE REALMS OF GOD" میں اور عبدالقادر صاحب نے "حشمتِ کشمیر" میں، جناب غلام نبی صاحب نے اپنی کتاب "وجیز التواریخ" (WAJEEZ U TAWRIKH) جلد دوم میں اور انگریز مؤرخ YOUNG HUSBAND نے اپنی کتاب "KASHMIR" صفحہ ۱۱۲ پر اس امر کی تصدیق کی ہے۔

اوپر مذکور حقائق کے علاوہ ایسے سینکڑوں مزید شواہد موجود ہیں جو اب ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں جن سے حضرت عیسیٰؑ کے حالاتِ زندگی، ہجرت اور وفات پر بڑی روشنی پڑتی ہے۔

نوٹ :۔ یہ مضمون مندرجہ ذیل کتب اور مضامین کی مدد سے تیار کیا گیا ہے جن کا شکریہ ادا کرنا میرا خوشگوار فریضہ ہے۔

۱۔ تفسیر کبیر، حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ و انگریزی تفسیر قرآن ربوہ۔
۲۔ JESUS LIVED IN INDIA مؤلفہ HOLGER KERSTEN ۱۹۸۶ء
۳۔ مجموعہ مضامین صلیب کانفرنس لندن۔ جون ۱۹۷۸ء۔ شائع کردہ لندن مشن۔ لندن

آ چُکا ہے مسیحا، قیامت بپا ہو چُکی!

صابر ظفر

اے تماشائیو! کیا تماشا نہیں ہو رہا
کون سا شخص ہے جو کہ رُسوا نہیں ہو رہا

کِس ستم کی نہیں مِل رہی ہے ستم گر کو داد
کون سا حشر ہے جو کہ برپا نہیں ہو رہا

مَیں تمہاری عنایت سے ایسا نظر بند ہوں
ایک مُدّت سے گھر سے نکلنا نہیں ہو رہا

آچکا ہے مسیحا، قیامت بپا ہو چکی
منتظر جس کے ہو، کیوں وہ پیدا نہیں ہو رہا

شامِ غم کی سحر واقعی ہو گئی کیا ظفرؔ
دیکھنے میں تو کوئی اُجالا نہیں ہو رہا

رپورٹ سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

(مرتبہ :- مکرم یوسف سہیل شوق صاحب)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ۴۰ واں اور جماعت احمدیہ کی دوسری صدی کا پہلا سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ مورخہ ۲۰ / اکتوبر ۱۹۸۹ء کو نماز جمعہ و عصر کی ادائیگی کے بعد ساڑھے تین بجے کے قریب بیت الاقصیٰ کے صحن میں شروع ہوا۔ افتتاحی اجلاس کے مہمان خصوصی اور صدر جماعت احمدیہ صوبہ پنجاب کے امیر محترم مرزا عبدالحق صاحب تھے۔ محترم مرزا صاحب مقام اجتماع میں تشریف لائے تو محراب کی سمت صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ محترم محمود احمد صاحب اور ان کی مجلس عاملہ نے صدر اجلاس کا استقبال کیا۔ محترم مرزا صاحب پنڈال میں تشریف لائے تو اجلاس زبردست نعرہ ہائے تکبیر اور دیگر نعروں سے گونج اٹھا۔

اجلاس کا باضابطہ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم محمود احمد صاحب شاد نے کی۔ اور بعد ازاں اس کا ترجمہ پیش کیا۔ صدر مجلس نے خدام کا عہد دوہروایا اور تمام خدام نے کھڑے ہو کر صدر صاحب کی اقتداء میں عہد کے الفاظ دوہرائے۔ بعدہٗ مکرم سید صہیب احمد صاحب نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا شیریں منظوم کلام

بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں
کھلے ہیں پھول میرے بوستاں میں

ترنم سے سنایا۔

جس کے بعد سخاوت گروپ کے چند ارکان نے اجتماعی نظم پیش کی۔ یہ نظم حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) کے دور امامت کی پہلی مشہور نظم تھی، جس کا مطلع ہے

دو گھڑی صبر سے کام لو ساتھیو آفت ظلمت و جور ٹل جائے گی
آہِ مومن سے ٹکرا کے طوفان کا رخ بدل جائیگا رُت بدل جائے گی

اس کے بعد صدر اجلاس محترم مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ امیر جماعت ہائے احمدیہ ضلع سرگودھا و صوبہ پنجاب نے نہایت مؤثر اور دلنشیں انداز میں خدام کو اپنے خطاب سے نوازا۔ یہ خطاب جوشِ ایمانی اور بہترین نصائح کا بھرپور انداز میں اظہار تھا۔

محترم مرزا عبدالحق صاحب نے فرمایا کہ یہ اجتماع ۱۹۸۳ء کے بعد پانچ سال کے وقفے کے بعد منعقد ہو رہا ہے۔ جہاں ہم اللہ تعالیٰ کے احسانات سے بیحد خوشی محسوس کر رہے ہیں وہاں ہمیں یہ غم بھی ہے کہ اس

اجتماع میں ہمارے پیارے آقا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز یہاں تشریف نہیں رکھتے اور حضور کے کلماتِ مبارکہ ہم براہِ راست نہیں سن سکتے۔ محترم مرزا صاحب نے کہا کہ حضور ایدہ اللہ کا لندن تشریف لے جانا الٰہی مصلحتوں کے ماتحت ہے۔ اس پانچ سال کے عرصے میں اللہ تعالیٰ نے احمدیت کو اتنی ترقی عطا فرمائی ہے جو پچھلے ۵۰۔ ۶۰ سال میں بھی نہیں ملی تھی۔ انہوں نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے کہ جماعت احمدیہ ساری دنیا پر غالب ہوگی اور اس کا ایک حصہ ہم گزشتہ سو سال میں دیکھ چکے ہیں کہ ایک فرد یعنی حضرت بانیٔ سلسلہ سے شروع ہونے والی یہ جماعت اب ایک کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے۔

محترم مرزا صاحب نے بتایا کہ ۱۹۷۰ء میں ایک دفعہ مجھے جماعت کی ترقی کے لیے خصوصی دعاؤں کی توفیق ملی تو میں نے دیکھا کہ دنیا کا نقشہ لٹکا ہوا ہے اور اس میں احمدیت کے علاقے سبز رنگ میں دکھائے گئے ہیں۔ پھر میں دیکھتا ہوں تو سبز رنگ زیادہ جگہوں پر پھیل گیا پھر میں دیکھتا ہوں تو سارا نقشہ ہی سرسبز ہو گیا ہے۔ اس دوران میں نے تین دفعہ اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔

محترم مرزا صاحب نے خدام کو مخاطب کرتے ہوئے چند بنیادی نصائح فرمائیں اور بتایا کہ قرآن کے مطابق ترقی کرنے اور لیڈر بننے کے لیے دو باتیں ضروری ہیں۔ علم کی وسعت اور کام کرنے کی صلاحیت۔ اس لیے اپنے اندر تقویٰ پیدا کریں تاکہ علم بھی ملے اور کام کرنے کی طاقت بھی ملے۔ اس کے لیے سب سے اول نمازوں کا پورا التزام کریں۔ احمدی کی شان سے یہ بعید ہے کہ اس کی ایک بھی نماز ضائع ہو۔ پھر قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھیں۔ پھر حضرت بانیٔ سلسلہ کی کتب کا مطالعہ کریں۔ اس کے بعد اخلاقی میدان میں سچ کو اپنا شعار بنائیں۔ کبھی بھی جھوٹ کے نزدیک نہ جائیں اور نمازوں میں دعائیں کرنے پر خاص زور دیں۔

محترم مرزا صاحب نے کہا کہ ہمارے مخالف ہمیں نقصان پہنچاتے ہیں، ہماری جائیدادوں کو آگ لگاتے ہیں۔ میری کوٹھڑی کو بھی انہوں نے جلا دیا۔ مجھ سے کوئی اظہارِ ہمدردی کرنے آیا تو میں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو دو رکعت نماز صحیح طور پر پڑھنے کی توفیق دے دے تو یہ اس کوٹھڑی سے بہت بہتر ہے۔ اس لیے آپ کی اصل دولت ایمان ہے۔

آخر میں ساڑھے چار بجے کے قریب مرزا صاحب نے دعا کرائی۔ اس طرح افتتاحی اجلاس کی کارروائی اختتام کو پہنچی۔

افتتاحی اجلاس کے بعد ورزشی مقابلے شروع ہوئے جن میں فٹ بال اور کبڈی کے ابتدائی مقابلہ جات ہوئے (والی بال کے مقابلے منعقد نہیں ہو سکے) جس کے بعد مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھی گئیں۔ بعدہٗ درس قرآن کریم دیا گیا عنوان تھا "قولِ سدید"۔ اس کے بعد طعام کا وقفہ ہوا۔ اس دوران سٹیج پر علمی مقابلے شروع ہو گئے۔ ان میں مطالعہ کتب حضرت بانیٔ سلسلہ، مطالعہ تفسیر، حفظِ قرآن کریم۔ یہ مقابلہ حفاظ و غیر حفاظ کے معیاروں میں علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے۔

طعام کے بعد شوریٰ کا پہلا اجلاس ہوا۔ اس میں تین سب کمیٹیوں کا تقرر عمل میں آیا۔ اس کے بعد علمی

مقابلہ جات ہوئے۔ ان میں تقریری مقابلہ ہر سہ معیار، تلاوت اور حفظِ نظم کے مقابلے شامل ہیں۔ نظم خوانی کا مقابلہ منعقد نہیں ہو سکا۔ یہ سلسلہ رات ۱۱ بجے کے لگ بھگ تک جاری رہا۔

۲۱ اکتوبر کو اجتماع کے دوسرے دن کی کارروائی نماز تہجد سے شروع ہوئی۔ نماز تہجد جامعہ احمدیہ کے ایک طالب علم مکرم فضل الرحمٰن صاحب نے پڑھائی۔ جس کے بعد مکرم حافظ مظفر احمد صاحب نے نماز فجر پڑھائی۔ انہوں نے ہی درس قرآن کریم دیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے موضوع کو قرآن کریم سے واضح کیا۔ مکرم بشارت احمد ناصر صاحب نے درسِ حدیث دیا۔ ان کا موضوع تھا "رضائے الٰہی کا حصول" اس کے بعد ورزش اور ناشتہ کا وقفہ ہوا۔ اس دوران سٹیج پر علمی مقابلے جاری رہے۔ اور جامعہ احمدیہ کی گراؤنڈ میں ورزشی مقابلے شروع ہوئے۔ ان میں مختلف لمبائی کی دوڑ کا مقابلہ، لمبی چھلانگ، اونچی چھلانگ، گولہ پھینکنا، نیزہ پھینکنا، تھالی پھینکنا، وزن اٹھانا، کلائی پکڑنا اور نشانہ غلیل کے مقابلے شامل تھے۔

۹ بجکر چالیس منٹ پر پنڈال میں عام دینی معلومات کا نہایت دلچسپ مقابلہ شروع ہوا۔ اس میں ایک ایک خادم کو سٹیج پر بلایا جاتا ہے اور اس سے مختلف سوالات پوچھے جاتے ہیں۔ یہ مقابلہ بیک وقت معلومات، حاضر جوابی اور خود اعتمادی کا ٹیسٹ ہوتا ہے۔ یہ سلسلہ ابھی جاری تھا کہ اچانک اجتماع کی کارروائی روک دی گئی اور اعلان کر دیا گیا کہ خدام اپنا وقت تسبیح و تحمید میں گزاریں۔

قریباً نصف گھنٹہ کے انتظار کے بعد اختتامی اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی۔ اس میں تلاوت قرآن کریم مکرم حافظ برہان محمد صاحب نے کی اور ترجمہ بھی سنایا۔ بعد ازاں صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ محترم محمود احمد صاحب نے خدام کو سیدنا حضرت امام جماعتِ احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی پیغام پڑھ کر سنایا۔ جو آج صبح ہی لندن سے موصول ہوا تھا۔ اس کے بعد صدر صاحب نے مختصراً خطاب فرمایا جس کے بعد مکرم سی اے رحمان صاحب ایڈووکیٹ نے اسسٹنٹ کمشنر کا وہ حکمنامہ پڑھ کر سنایا جس کے تحت اجتماع کے انعقاد کی اجازت واپس لی گئی تھی۔

آخر میں صدر صاحب مجلس مرکزیہ نے خدام کو جذبات پر قابو رکھنے، صبر و رضا کا نمونہ پیش کرنے اور دعاؤں میں محو ہو جانے کی تلقین فرماتے ہوئے بڑی پرسوز اور رقت آمیز دعا کرائی۔ خدام کے دل اپنے اجتماع کے بے وقت التوا پر زخمی تھے۔ ان کی آہ و بکا پر آسمان کا سینہ بھی شق ہو رہا تھا۔ جملہ خدام و دیگر حاضرین اپنے مولا کے حضور اپنے درد کا اظہار کر رہے تھے۔

اس طرح سے پونے بارہ بجے کے قریب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا چالیسواں سالانہ اجتماع ڈیڑھ دن جاری رہنے کے بعد جبری طور پر ختم کرنا پڑا۔

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے چالیسویں سالانہ اجتماع میں

مجالس کی شرکت کا گوشوارہ

۱۔ جاپان	۱	۷۔ کویت	۱
۲۔ مغربی جرمنی	۱	۸۔ بحرین	۱
۳۔ شارجہ	۱	۹۔ مارشیس	۱
۴۔ کینیڈا	۱	۱۰۔ گیمبیا	۱
۵۔ بھارت	۲	۱۱۔ ناروے	۱
۶۔ امریکہ	۲	۱۲۔ ایوری کوسٹ	۱

کُل حاضر مجالس	۶۰۷
نمائندگان ممالک بیرون	۱۴
خدام بیرون ربوہ	۴۰۵۵
خدام ربوہ	۳۲۲۴
زائرین	۱۵۴۳

اضلاع	کُل مجالس	تعداد حاضر مجالس	خدام
پشاور	۶	۵	۷۴
مردان	۱	۱	۱۰
ڈیرہ اسماعیلخان	۱	۱	۱
کوہاٹ	۱	۱	۳
ہزارہ	۵	۴	۱۰
اسلام آباد	۶	۵	۵۴
راولپنڈی	۱۱	۷	۱۳۹
اٹک	۴	۳	۱۴
جہلم	۱۶	۱۲	۵۵
گجرات	۵۳	۲۵	۱۲۵

اضلاع	کُل مجالس	تعداد حاضر مجالس	خدام
سرگودھا	۴۹	۴۷	۳۷۲
خوشاب	۲۲	۱۳	۴۵
میانوالی	۶	۳	۶
بھکّر	۵	۱	۲
جھنگ	۲۱	۲۱	۳۰۵
مظفر گڑھ	۱۲	۸	۲۵
لیّہ	۷	۷	۲۰
راجن پور	۴	۱	۴
ڈیرہ غازیخان	۱۰	۴	۱۹
بہاولپور	۱۵	۱۵	۸۰

اضلاع	کُل مجالس	تعداد حاضر مجالس	خدام
بہاولنگر	۲۸	۲۱	۵۴
رحیم یار خان	۲۲	۶	۱۴
خیرپور	۱۱	۵	۱۰
سکھر	۷	۳	۶
لاڑکانہ	۸	۲	۱۶
نواب شاہ	۱۶	۱۳	۱۹
حیدرآباد	۱۳	۸	۲۶
بدین	۹	۲	۶
سانگھڑ	۷	۳	۸
گوجرانوالہ	۴۵	۳۳	۱۹۴
شیخوپورہ	۵۸	۴۹	۳۴۹
ملتان	۱۶	۱۶	۱۰۴
خانیوال	۱۷	۶	۱۱
وہاڑی	۱۷	۱۰	۳۱
ساہیوال	۱۷	۵	۲۰
اوکاڑہ	۱۷	۱۰	۴۵
تھرپارکر	۳۱	۸	۱۵
ٹھٹھہ	۳	۴	۵
کراچی	۱۵	۱۵	۱۰۸
کوئٹہ	۶	۲	۱۸
کوٹلی	۹	۷	۲۵
میرپور	۵	۲	۲۲
مظفرآباد	۲	۸	۷
ٹوبہ ٹیک سنگھ	۲۴	۱۸	۴۶
فیصل آباد	۴۷	۵۱	۳۸۷
لاہور	۲۴	۲۱	۶۳۶
قصور	۱۴	۱۱	۳۲
سیالکوٹ	۱۱۳	۷۹	۳۸۷

ارضِ بلالؓ کی خدمت کا عزم

۵ کروڑ روپے کی مالی تحریک

حضرت مرزا طاہر احمد امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:-

"جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے افریقہ نے بھی جماعت کے اس احسان کو نہیں بھلایا کہ ہم اس وقت ان کی خدمت کو پہنچے جبکہ دوسرے اُن سے رُوگردانی کر رہے تھے۔ اس لیے افریقہ کی مزید خدمت کے لیے تیار ہوں اور حسب استطاعت اپنی تعلیم، قابلیت، تجربہ اور پیسے کے ذریعہ افریقہ کی خدمت کے لیے تیار رہوں۔"

اس موقعہ پر حضور انور نے جماعت کے بار بار مطالبے پر نئی صدی کے سر پر افریقہ اور ہندوستان کی خدمت کے لیے ھل جزآء الاحسان الا الاحسان کے تابع پانچ کروڑ روپے کی مالی تحریک کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا میں اُمید رکھتا ہوں اس طرح ہم پہلے سے بڑھ کر افریقہ اور ہندوستان کے بعض علاقوں کی خدمت کرنے کے اہل ہو جائیں گے۔

ماضی کے جھروکوں سے

(از مکرم مولانا محمد منور صاحب)

بچپن تو کھیل کود میں گزر جاتا ہے۔ لڑکپن مدرسہ کی نذر ہو جاتا ہے۔ سکول اور کالج میں ہوش و حواس بیدار ہونے لگتے ہیں۔ اگر قوت حافظہ اچھی ہو تو جوانی کے بہت سے واقعات ذہن پر مستقل نقوش چھوڑ جاتے ہیں۔ جنہیں یاد کر کے انسان کبھی خوشی محسوس کرتا ہے کبھی غم کے سائے اُسے درد میں مبتلا کر دیتے ہیں اور کبھی وہ حیرت و استعجاب کا پیکر بن کر رہ جاتا ہے۔

میں ۱۹۳۹ء میں بہاولپور کالج سے ایف اے پاس کر کے دینی تعلیم کے لئے قادیان چلا گیا تھا۔ دوران تعلیم ماحول کچھ اس قسم کا ملا کہ دینی خدمت کے لئے زندگی وقف کر دی۔ بمشکل تعلیم مکمل ہو پائی تھی اور عملی میدان میں ایک ہی سال گزرا تھا کہ ملک میں سیاسی بیداری اپنے عروج کو پہنچ گئی۔ اگست ۱۹۴۷ء کے وسط میں تقسیم ہند کا اعلان ہو گیا۔ ہمارے مرکز قادیان کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ جو لوگ حفاظت مرکز کے لئے قادیان میں رہنا چاہتے ہیں وہ اپنے نام لکھوا دیں۔

میں نے مرکز قادیان میں رہنا پسند کیا۔ مجھے اس کی اجازت بھی مل گئی۔ پہلے حکومت ہند نے پانچ سَو درویشوں کو قادیان میں رہنے کی اجازت دے دی تھی۔ ان میں میرا نام شامل تھا۔ بعد میں اس تعداد کو کم کرنے کا فیصلہ ہوا۔ میرے متعلق ارشاد ہوا کہ مجھے پاکستان بھجوا دیا جائے۔ سولہ نومبر ۱۹۴۷ء کو جو آخری قافلہ قادیان سے پاکستان آیا اس میں میں بھی شامل تھا۔

۱۴ راگست سے ۱۶ ر نومبر تک کہنے کو تو تین مہینے تھے لیکن اس عرصہ کا ایک ایک لمحہ سخت غیر یقینی کیفیت سے لبریز تھا۔ موت ہر وقت سامنے موجود رہتی تھی۔ پہلے تو ہم قادیان کے بیرونی حصہ میں محصور تھے۔ بورڈنگ تحریک جدید ہمارے لئے قید خانہ بنا ہوا تھا۔ بعد میں میرے ابا جان کی ڈیوٹی جماعتی طور پر حلقہ بیت فضل میں لگا دی گئی جو قادیان کا اندرونی حصہ کہلاتا تھا اور بہشتی مقبرہ کے راستہ میں پڑتا تھا۔ ابا جان کو دیکھنے مجھے ہر روز جانا ہوتا تھا۔ راستہ کی کیفیت یہ ہوتی تھی کہ ہر طرف مسلح سکھ دندناتے پھرتے تھے۔ تلواریں، برچھیاں اور بلمیں ہر طرف لہرائی جاتی تھیں۔ ہمارے لیئے

ہاتھ میں چھڑی لے کر چلنا بھی قانوناً منع تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے دل میں ایسا سکون اور اطمینان بھر دیا تھا کہ میں اکیلا ان خونخوار سکھوں کے مجمع میں سے خالی ہاتھ بلا خوف و خطر گزر جاتا تھا۔ ہمیں پہلے سے ہوشیار کر دیا گیا تھا کہ ؎

موت کے پیالوں میں بٹتی ہے شراب زندگی

اس لئے کسی بھی مرحلہ پر موت کا خوف دامنگیر نہ ہوتا تھا۔ اور پھر قادیان کی بستی تو ایسی پیاری اور مقدس تھی کہ اس پر مر جانے کو جی چاہتا تھا۔ لیکن موت و حیات صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ انسان کی دسترس سے یہ دونوں باہر ہیں۔ اس سارے ماحول نے دل کو موت کے ڈر سے ہمیشہ کے لئے پاک کر دیا۔ اور یہ میری تیاری تھی زندگی کے اگلے سفر کے لئے۔

میں اپریل ۱۹۴۸ء میں خدا تعالیٰ کے فضل سے مشرقی افریقہ کے ملک کینیا کے دارالحکومت نیروبی پہنچ گیا۔ مقامی زبان سیکھی اور پھر صوبہ نیانزا میں میری تعیناتی ہو گئی۔ شروع شروع میں اس علاقہ میں ہم پانچ خدمت گزار تھے۔ آہستہ آہستہ چار وہاں سے تبدیل ہو کر دوسرے مقامات پر چلے گئے۔ میں وہاں اکیلا رہ گیا۔ جس قصبہ میں میری رہائش تھی وہ مقامی لوگوں کے لئے مخصوص تھا۔ بیرونی لوگ وہاں حکومت کی خاص اجازت سے آتے جاتے تھے۔ میرے پاس بھی پرمٹ ہر وقت موجود رہتا تھا۔ اس عرصہ میں نے اس علاقہ کی ایک زبان لوؤ (LUO) سیکھ لی۔ ہمارے بھائیوں کی اکثریت لوؤ قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی۔

جن علاقوں میں ہماری جماعتیں تھیں۔ ان میں اسمبوبے (ASEMBO-BAY) بھی شامل تھا۔ میں ساری جماعتوں کا دورہ کرتا رہتا تھا۔ ہر جماعت میں ہفتہ عشرہ قیام کر کے تعلیم و تربیت کے فرائض انجام دیتا تھا۔ ایک دفعہ جب میں اسمبوبے دورہ پر گیا تو مقامی عیسائیوں نے مجھے پیغام بھجوایا کہ قریب کے گاؤں میں ہمارا مذہبی اجتماع ہے آپ بھی اس میں شامل ہوں۔ گاؤں کا نام کنڈاریا (KANDARIA) تھا اور اسمبوبے سے صرف پانچ میل دور۔

میں نے صبح صبح ناشتہ کر کے سفر کی تیاری کی اور پیدل وہاں جا پہنچا۔ یہ گاؤں بھی اسمبوبے کی طرح جھیل وکٹوریہ کے کنارے پر تھا اور کافی بلندی پر واقع تھا۔ راستہ کچا تھا۔ پگڈنڈیوں پر سائیکل کے ذریعہ یا پیدل سفر کیا جا سکتا تھا۔

اس اجتماع میں میں اکیلا پاکستانی یا غیر افریقی تھا۔ دن بھر مذہبی بحث مباحثہ اور سوال و جواب جاری رہے۔ عصر کے وقت بارش ہوئی لیکن ہم ہال میں تھے، زیادہ توجہ بارش کی طرف نہ ہوئی۔ غروب آفتاب کے وقت اجتماع ختم ہوا۔ جب گھر واپسی کی تیاری ہوئی تو کچھ بوندا باندی کی صورت تھی۔ میں نے اسے معمولی سمجھا اور نیچے اترنا شروع کیا۔ گاؤں کی نچلی جانب ایک نالہ بہہ رہا تھا۔ میں نے اس کی بھی پرواہ نہ کی۔ صبح کے وقت جب میں اس پر سے گزرا تھا تو بالکل نالی کی سی کیفیت تھی۔ اب پھیلاؤ میں زیادتی ہو چکی تھی لیکن میں نے شلوار اڑس کر اس میں پاؤں رکھ دیا۔ جوں جوں قدم آگے

بڑھاتا یوں محسوس ہوتا جیسے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ پانی میرے قدموں کے نیچے سے ریت اور مٹی نکال نکال کر دُور پھینکتا جا رہا ہے اور میرے قدم گویا گڑھوں میں دھنستے جا رہے ہیں۔ پانی کی گہرائی میں بھی زیادتی ہوتی گئی اور ایسا لگا جیسے پانی ابھی اُٹھا کر مجھے جھیل میں جا پھینکے گا۔ جھیل میں مچھلیاں، مگرمچھ اور دریائی گھوڑے بھی ہوتے ہیں لیکن موت کا خوف دل سے کوسوں دُور تھا۔ دُعا کرتا ہوُا نالے کے دوسرے کنارے پر پہنچا۔

اب چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ بادلوں نے اس کی سیاہی میں اضافہ کر دیا تھا۔ راستے کا کہیں نام ونشان نہ تھا۔ کوئی پختہ سڑک تو تھی نہیں کچا راستہ تھا جسے بارش اندھیرے نے بے نشان کر دیا تھا۔ جب کہیں کسی جھونپڑی میں چراغ جلتا نظر آتا تو مَیں اس کا راستہ اختیار کرتا۔ اہلِ خانہ سے علیک سلیک کے بعد اسمبوہے کا راستہ دریافت کرتا۔ ان میں سے ایک مجھے راستہ پر لا ڈالتا۔ آگے پھر وہی تاریکی۔ بُوندا باندی اور بے سروسامانی کی کیفیت۔ پھر دُور کسی اُور جھگی میں دِیا ٹمٹماتا نظر آتا تو وہاں کا رُخ کرتا اور اُن میں سے کوئی مجھے واپس راستہ پر لے آتا۔ اس طرح پانچ میل کا فاصلہ مَیں نے تین گھنٹے میں طے کیا۔ کپڑوں سمیت سارا جسم شرابور تھا۔ بوٹ تھیلا بن رہے تھے۔ جب اپنی منزل پر پہنچا تو خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

اِس سارے سفر میں کسی چیز سے خوف پیدا نہ ہوُا البتہ یہ خیال ضرور آیا کہ ہر خادم سلسلہ کو تیرنا ضرور سیکھنا چاہیئے۔ حفاظت تو ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی فرماتا ہے لیکن رعایتِ اسباب ضروری ہے خصوصاً جو خدام احمدیت دینی خدمت کے لیئے بیرونِ مُلک جاتے ہیں اُن کے لیئے اِسے لازمی قرار دیا جانا چاہیئے۔

مندرجہ بالا واقعہ ۱۹۵۰ء کا ہے۔ ۱۹۵۲ء میں جب مَیں وطن واپس آیا تو اباجان منٹگمری (ساہیوال) کے بڑے ڈاکخانہ میں ملازم تھے۔ احمدی ہونے کی وجہ سے اُنہیں شہر میں کوئی مکان رہائش کے لیئے نہ مل سکا۔ شہر کی حدود سے باہر ایک آبادی کوٹ الہ دین کے نام سے تھی وہاں ایک غیر مبایع دوست کا ذاتی مکان تھا جو اُنہوں نے اباجان کو کرائے پر دے دیا تھا۔

اباجان سرکاری ملازم تو تھے لیکن وہ اپنا سارا فارغ وقت دعوۃ اِلی اللہ میں گزارتے تھے جس کی وجہ سے اُن کی شدید مخالفت تھی۔ جب میں وہاں پہنچا تو مخالفین نے کہا۔ یک نہ شد دو شد۔ مخالفت کی آگ مزید شعلہ زن ہوگئی۔ ہمارے پڑوس میں سُنیوں کی مسجد تھی اس میں لاؤڈ سپیکر لگا کر اور ایمپلی فائر کا رُخ ہمارے گھر کی طرف کرکے ہمیں خوب گالیوں سے نوازا جاتا اور قتل کی دھمکیاں دی جاتی تھیں۔ زبانی بھی پیغام آئے کہ آپ مکان بدل لیں ورنہ آپ کی جانیں سلامت نہیں ہیں۔ ہم اُنہیں کہتے کہ موت سے تو کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ یہاں بھی ہم جائیں گے آپ کے بھائی بند وہاں موجود ہوں گے اور وہ بھی ہمیں یہی پیغام دینگے اس لئے خانہ بدوشی کی زندگی سے یہی بہتر ہے کہ ہم یہیں ٹھہرے رہیں۔

گمنام رُقعے بھی آتے رہے جن میں قتل کی دھمکیاں ہوتی تھیں۔ ہم نے ہر چیز کو حوالہ بخدا کیا اور اطمینان سے اسی مکان میں مقیم رہے۔ آخر ایک رات جبکہ ہم

کمرے میں سو رہے تھے مٹی کے تیل کی بدبو کی وجہ سے میری آنکھ کھل گئی۔ وہاں بجلی نہیں تھی۔ ہم لالٹین جلایا کرتے تھے۔ میں نے سمجھا شاید بتی بجھائی نہیں گئی اسلئے دھواں کمرے میں جمع ہو گیا ہے۔ اُٹھ کر دیکھا تو بتی بجھی ہوئی تھی۔ دروازہ کھول کر باہر نکلا تو چاندنی بکھری ہوئی تھی۔ کوئی دو بجے کا عمل ہو گا۔ صحن میں بھی کچھ دکھائی نہ دیا۔ جب کمرے کی طرف واپس لوٹا تو دیکھا کہ دروازہ گیلا ہے۔ کھڑکی کی طرف نظر دوڑائی تو وہ بھی گیلی تھی۔ دوسرا دروازہ بھی گیلا تھا۔ قریب گیا تو مٹی کے تیل کی بدبو نے دماغ روشن کر دیا۔ صرف ایک دروازہ خشک تھا۔ دشمن کی سکیم یہ تھی کہ دروازوں اور کھڑکیوں کو پوری طرح تر کر کے دیا سلائی دکھائے اور ہمیں اندر ہی خاکستر کر دے۔ لیکن وہ اپنا کام مکمل نہیں کر پایا تھا کہ ہم سب بیدار ہو گئے اور اُسے بھاگتے ہی بنی۔ یہ بھی اس امر کی نشانی تھی کہ خدا تعالیٰ کے اذن کے بغیر کسی کو زندگی سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

اگست ۱۹۵۸ء میں مجھے حکم ملا کہ سواحیلی ترجمۂ قرآن اور دوسرا سواحیلی لٹریچر لے کر روڈیشیا (موجودہ زمبیا) اور نیاسا لینڈ (موجودہ ملاوی) کا دورہ کروں۔ اس وقت میں نیروبی (کینیا) میں تھا۔ شمالی روڈیشیا کی سرحد ٹانگانیکا سے ملحق تھی اس لئے میں کینیا سے ٹانگانیکا گیا۔ ٹانگانیکا کا آخری شہر مبے آ (MBEYA) ہے۔ اس شہر کا نام ایک پہاڑ کے نام پر ہے جو اس شہر کے راستہ میں آتا ہے۔

جب ہم اس پہاڑ پر چڑھ رہے تھے تو بس کی بریکیں فیل ہو گئیں۔ کلچ (CLUTCH) بھی بے کار ہو گیا۔ بس کنٹرول میں نہ رہی اور آگے جانے کی بجائے خود بخود اُترائی کی جانب چلنی شروع ہو گئی۔ سڑک کی دائیں جانب پتھریلے ٹیلے تھے، دوسری جانب گہرا کھڈ تھا۔ ڈرائیور کے ہاتھ میں صرف سٹیرنگ ویل تھا۔ اس نے اپنے ہوش و حواس قائم رکھے۔ جب اس نے دیکھا کہ ایک چٹان دائیں جانب قریب آ گئی ہے تو اُس نے نہایت چابکدستی سے بس کا پچھلا حصہ اُس چٹان کی جانب موڑ دیا۔ بس رُک گئی۔ ہم سب نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ میرے ساتھ پانی کی چھاگل تھی بس سے اُتر کر میں نے دو نوافل شکرانہ ادا کیے۔ اتنے میں بس پھر آگے چلنے کے لئے تیار ہو گئی اور ہم بخیریت مبے آ پہنچ گئے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک خادم احمدیت کی خاطر بس اور اس کے تمام مسافروں کے لئے خصوصی حفاظت کا انتظام فرمایا۔ میرا یہ دورہ دو ماہ جاری رہا۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت کامیاب ہوا۔

۱۹۸۲ء میں میں دارالسلام (تنزانیہ) میں تھا حسب معمول "الفضل" کے ایک ہفتہ کے پرچے اکٹھے ملتے تھے۔ وہ دن گویا میرے لئے عید کا دن ہوتا تھا۔ حضور کے روح پرور اور ایمان افروز خطبات سے استفادہ کا خوب خوب موقع میسر آتا۔ صبح صبح میں نے دفتر کھولا اور اخبار "الفضل" سے حضور کا تقویٰ کے بارہ میں خطبہ جمعہ پڑھنا شروع کیا۔ پیارے آقا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کا یہ خطبہ معرفت کا سمندر تھا۔ دل و دماغ اس دنیا سے نکل کر گویا ملأ اعلیٰ پر پہنچ گئے۔ ایک غنودگی اور ربودگی کی کیفیت طاری ہو گئی اور میں اپنے ماحول سے پوری طرح غافل ہو گیا۔ خطبہ ختم کر کے میں ایک اور مضمون

شروع کرنے ہی والا تھا کہ دفتر میں دو ڈاکو آ گھسے۔ ایک نے پستول میری کنپٹی کے قریب کر دیا اور دوسرے نے دفتر کا دروازہ بند کر کے دروازوں اور الماریوں کی تلاشی شروع کر دی۔ پھر مجھے کہا کہ پیسے لاؤ۔ جب اس نے بار بار یہ مطالبہ دُہرایا تو یوں لگا جیسے مجھے کوئی نیند سے بیدار کر رہا ہو۔ مجھے الجھن سی ہوئی لیکن کوئی پرواہ نہ کی۔ جب دونوں نے یہی بات دُہرائی تو مَیں نے خاموشی سے اُٹھ کر پیچھے پڑی ہوئی بنک کی وہ کتاب دکھائی جس میں جمع کرائی جانے والی رقوم کا اندراج ہوتا ہے۔ مَیں نے نہایت تحمّل سے انہیں دکھایا کہ کل بنک میں دس ہزار شلنگ بطور چندہ جمع کرایا گیا ہے اور باقی جو کچھ تھا اس پر وہ ہاتھ صاف کر چکے ہیں۔ پھر مزید مطالبہ چہ معنی دارد۔

بعد میں معلوم ہوا کہ تین اَور ڈاکو بھی پستولیں لے کر اسی عمارت میں داخل ہوئے ہیں اور وہ رہائشی حصہ میں جا کر سُوٹ کیسوں کی تلاشی لے کر مطلوبہ اشیاء باہر سڑک پر کھڑی ہوئی کار میں پہنچاتے رہے ہیں۔ جو ڈاکو میرے ساتھ تھا اس نے وقفہ وقفہ سے مجھے دو تین دفعہ کہا کہ اب مَیں تمہیں مارنے لگا ہوں لیکن عجیب بات ہے کہ اس کا بھی مجھ پر ہرگز کوئی اثر نہ ہوا دل میں یہی یقین جاگزیں تھا کہ یہ مجھے قتل نہیں کر سکتا۔ بلکہ ایک دفعہ تو دل میں خیال آیا کہ مَیں اسے زور سے کہوں کہ تم مجھے ہرگز قتل نہیں کر سکتے۔ لیکن پھر وہی خمار سا حائل ہو گیا اور مَیں اپنی نیند کی سی کیفیت میں چلا گیا۔

کئی بار سوچتا ہوں کہ اگر مَیں نے حضور کا خطبہ نہ پڑھا ہوتا اور اس کے نتیجے میں دل و دماغ پر وہ نشہ کی سی کیفیت طاری نہ ہوتی جو ہو گئی تو کیا میرا ردِّ فعل کچھ اَور ہوتا۔ صحیح طور پر تو کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ موت کا جو ڈر دل سے نکل گیا ہے وہ کبھی بھی دل پر مستولی نہ ہو سکتا۔ اسے احمدیت کی برکت کہہ لیں، قادیان کے روحانی ماحول کی تاثیر سمجھ لیں یا خدا تعالیٰ کا خاص انعام قرار دیں، حقیقت بہر حال یہی ہے کہ زندگی خدا تعالیٰ کی عطا ہے اور کوئی شخص اسے آسمانی اجازت کے بغیر چھین نہیں سکتا۔ بظاہر ہلاکت کے سارے سامان جمع ہو جائیں موت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی آئے گی۔

۳۵ سال بیرونِ پاکستان قیام کے بعد ۱۹۸۳ء میں صحت کی خرابی کی وجہ سے وطنِ عزیز واپس لوٹ آیا اور ریٹائر ہو گیا۔ یہاں آ کر اس عظیم تاریخی حادثہ کے بارہ میں سُنا جسے ہر پاکستانی اچھی طرح جانتا ہے۔ زندگی کے تمام وسائل بھرپور رنگ میں موجود تھے، سفرِ بہاولپور کو انتہائی طور پر صیغہ راز میں رکھا گیا تھا، پرواز کے لیے پاکستان ایئر فورس کا بہترین اور مضبوط ترین اور محفوظ ترین سی-۱۳۰ طیارہ منتخب کیا گیا تھا جس میں اہم شخصیتوں کو خطرہ کی حالت میں بٹن دبا کر حفاظت سے جہاز سے الگ کر کے نیچے اُتارا جا سکتا تھا۔ طیارہ میں سوار مسافر عام لوگ نہیں تھے بلکہ پاکستانی فوج کے بہترین اور نہایت تجربہ کار جرنیل تھے۔ ان میں ایک وہ بھی تھا جو اپنے آپ کو پاکستان کی قادرِ مطلق ہستی سمجھتا اور کہتا تھا اور نہایت ماہر سیاست دان اور اعلیٰ درجہ کا بیدار مغز لیڈر خیال کیا جاتا تھا ان تمام مثبت حالات کے باوجود جب آسمان سے امرِ الٰہی ان سب کی ہلاکت کے لیے

نازل ہوا تو آناً فاناً وہ سب لوگ لقمۂ اجل بن گئے۔

جب محترمہ عشرت فاطمہ صاحبہ نے ریڈیو پاکستان سے پہلی بار یہ خبر نشر کی تو یقین مانیئے مجھے اعتبار نہ آیا میں نے سمجھا یونہی غلط فہمی میں کسی نے بے پَر کی اُڑا دی ہے۔ ہمیں تو اس ہوائی سفر ہی کے بارہ میں علم نہیں تھا۔ پھر خیال آیا کہ شاید جنرل صاحب نے خود ہی لوگوں کا ردِ فعل جانچنے کے لیئے یہ خبر نشر کرنے کا حکم دیا ہو۔ لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا ساری دنیا کے ریڈیو سٹیشنوں سے اس خبر کی تصدیق ہو گئی۔

پاکستانی وغیر پاکستانی سبھی حیران تھے کہ یہ حادثہ کیونکر پیش آیا کئی حکومتوں کے نمائندوں نے مل کر اور الگ الگ بھی اس حادثہ کا سبب معلوم کرنا چاہا۔ ایک سال سے زائد گزر چکا ہے لیکن ابھی تک کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ ممکن ہے یہ راز ہمیشہ ہی سربستہ رہے اور کوئی شخص اس کی حقیقت نہ پا سکے۔

دونوں قسم کے مثبت اور منفی واقعات کو دیکھ کر دل اس یقین سے لبریز ہو جاتا ہے کہ موت و حیات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ موت کے اسباب بظاہر اپنی تمام ہلاکت آفرینیوں کے ساتھ جمع ہو جائیں وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کو زندگی سے محروم نہیں کر سکتے۔ اور اس کے برعکس اگر حفاظت اور بقاء کے تمام ظاہری سامان موجود ہوں جب آسمان سے ہلاکت کا حکم آجاتا ہے تو موت کے چنگل سے کوئی شخص بھی بچ نہیں سکتا۔

احمدی نوجوانوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ زندگی خدا تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ وہ اپنی توانائیوں کو بے کار قسم کے دھندوں میں پڑ کر ضائع نہ کریں۔ اپنی صحت کا خیال رکھیں۔ اپنے اخلاق کی حفاظت کریں۔ ہمیشہ نیک صحبت اور اچھے ماحول میں رہیں۔ اپنی روحانی اور اخلاقی طاقتوں کو عمدہ سے عمدہ حالت میں ترقی دیتے چلے جائیں اور دین کی خدمت کے لیئے بہترین صلاحیتوں کے حامل بنیں۔

بعض لوگ مایوسی کی حالت میں یہ تک کہہ دیتے ہیں ؎

یادِ ماضی عذاب ہے یارب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

لیکن ایک احمدی کے منہ سے یہ کلمہ کبھی نہیں نکل سکتا۔ ہم اپنی جماعتی زندگی کی ایک بہترین صدی گزار چکے ہیں۔ ہمارا ماضی نہایت خوشگوار اور روشن ہے۔ ہمارا مستقبل اس سے بھی تابناک اور کامیابیوں سے معمور ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بے حساب فضلوں پر بھروسہ کرتے ہوئے پورے یقین اور وثوق سے قدم آگے بڑھائیں اور کثرت سے دعائیں کریں۔

مجھے اللہ تعالیٰ نے جوانی کے ایام ہی سے بہت دعائیں کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ہر قدم پر اُسی کے حضور جھکا رہا۔ میں نے دیکھا کہ راستے کی مشکلات خدا تعالیٰ کے فضلوں کے نتیجہ میں کافور ہوتی چلی گئیں۔ اپنے بزرگوں سے بھی ہم نے یہی سُنا تھا اپنے تجربہ سے ہم نے ان باتوں کو درست پایا۔ اب اگلی نسل کو بھی ہم یہی وصیت کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور ہمیشہ جھکے رہیں۔ عاجزی سے اس کی نصرت کے طلبگار رہیں اور خدمتِ دین کے چھوٹے سے چھوٹے موقع کو بھی ضائع نہ کریں۔ چھوٹی چھوٹی نیکیوں سے

(باقی صفحہ ۵۴ پر)

شعورِ ذات کے عنواں سکھا گیا ہے مجھے
بھٹک رہا تھا وہ رستہ دِکھا گیا ہے مجھے

مَیں عقل و فہم کے اسباق دے رہا تھا جسے
جنُوں کی آخری سرحد دِکھا گیا ہے مجھے

اب اُس کو شعر سُناؤں تو مجھ پہ ہنستا ہے
وہ ایک شخص جو شاعر بنا گیا ہے مجھے

جو میری ذات کی تجسیم کرنے آیا تھا
مثالِ ریگ ہَوا میں اُڑا گیا ہے مجھے

وہ زود رنج ہے کیسے کہوں اُسے محمود
ترا فراق تو اب خوں رُلا گیا ہے مجھے

(مبشر احمد محمودؔ)

بقیہ: ماضی کے جھروکوں سے از صفحہ ۴۶

بڑی بڑی نیکیوں کی توفیق ملتی ہے اور لاپرواہی سے انسان محروم ازلی بن جاتا ہے۔

یاد رکھیں موت ہمارے لئے نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے دائمی زندگی مقدر فرمائی ہے۔ دُنیا میں تو ہمیں کامیابی اور سرخروئی حاصل ہے ہی آئندہ زندگی اس سے بھی بڑھ کر کامیابیوں، مسرتوں اور شادمانیوں سے بھرپور ہے۔ وہاں کا تمام وقت جشنِ تشکّر کا رنگ لیئے ہوئے ہوگا۔ ہم دائمی طور پر اپنے پیاروں کے قرب میں ہوں گے۔ ساری اُداسیاں اور دُوریاں وہاں ختم ہو جائیں گی۔

بقیہ:- ان سے ملیئے .... از صفحہ ۶

کھیلوں میں بھی نمایاں حصّہ لیتے ہیں اور جماعتی کاموں میں بھی پیش پیش رہتے ہیں۔ مستقبل میں وہ فزیشن بننے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اپنے پڑھائی کے معمول کے بارہ میں اُنہوں نے بتایا کہ وہ جو کچھ کالج میں پڑھتے ہیں گھر آکر اُسے ذہن نشین کر لیتے ہیں اور روزانہ تقریباً بارہ گھنٹے پڑھتے ہیں۔ اس طرح امتحانوں کے نزدیک مسئلہ نہیں ہوتا۔ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب مرحوم اور ڈاکٹر عبد السلام صاحب آپ کی پسندیدہ شخصیات ہیں۔

آپ نے اپنے طالب علم ساتھیوں کو مستقل مزاجی کے ساتھ مسلسل محنت کرنے، دینی کاموں میں بھرپور حصّہ لینے اور پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذاتی تعلق قائم کرکے ان کی بابرکت دعائیں حاصل کرنے کا مشورہ دیا۔

غزل

شمع ہر دل میں محبت کی جلا دی جائے
دشمنی کی ہو جہاں آگ، بجھا دی جائے

ہر گلی کوچے میں ہر گھر میں صدا دی جائے
جہاں دیوار ہو نفرت کی گرا دی جائے

رنگ و بو گل کو، گلستاں کو صبا دی جائے
نغمہ بلبل کو تو کلیوں کو ادا دی جائے

کوئی بھی دل نہ دکھائے کسی انساں کا کبھی
اہل... کو بھی یہ بات بتا دی جائے

اہل مسند کو دیا جائے یہ پیغام فراز
جو نوا گر ہیں انہیں ان کی نوا دی جائے

کون آتا ہے کہ یہ حکم فرشتوں کو ہوا
بزم دنیا مہ و انجم سے سجا دی جائے

جن حسیں آنکھوں نے جینے کی دعا دی تھی کبھی
ان حسیں آنکھوں کو جینے کی دعا دی جائے

سن کے یہ شیریں سخن شیریں لباں بھی بولے
تلخ گویوں کو غزل اسکی سنا دی جائے

(میجر (ریٹائرڈ) منظور احمد ساہیوال)

کیا بنی اسرائیل کے خروجِ مصر کے وقت سمندر واقعۃً دو ٹکڑے ہو گیا تھا؟

مرتبہ :- مکرم مولانا بشارت احمد صاحب بشیر

لاہور سے ایک دوست نے ایک علمی سوال بھجوایا ہے جس میں پوچھتے ہیں کہ سورہ بقرہ میں حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے بارہ میں فرمایا :-

وَاِذْ فَرَقْنَا بِکُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَیْنٰکُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ○ (البقرہ آیت ۵۱)

ترجمہ:" اور جب ہم نے تمہارے لئے سمندر کو پھاڑا، پھر ہم نے تمہیں نجات دی اور تمہاری نظروں کے سامنے فرعون کو غرق کر دیا۔"

اس آیت کے مطابق جوار بھاٹا کے قدرتی اصول کے ماتحت سمندر کا پانی اس وقت پیچھے ہٹ گیا جب حضرت موسیٰؑ اور انکی قوم وہاں پہنچے اور سلامتی سے نکل گئے۔ فرعون اور اس کے لشکر کے آنے پر پانی لوٹ آیا اور وہ غرق ہو گئے۔ پھر سورہ الشعراء میں فرمایا :-

فَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرْقٍ کَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ ○ (الشعراء آیت ۶۴)

ترجمہ :" تب ہم نے موسیٰؑ کی طرف وحی کی کہ اپنے سونٹے کو سمندر پر مار۔ جس کے نتیجہ میں (سمندر) پھٹ گیا اور اس کا ہر ٹکڑا ایک بڑے ٹیلے کی طرح نظر آنے لگا۔"

جوار بھاٹا کے قدرتی عمل میں تو سمندر نہیں پھٹتا اور نہ اس کے ٹکڑے ہو کر بڑے ٹیلے کی طرح نظر آنے لگتے ہیں۔ بلکہ پانی واپس آ کر خشکی ہو جاتی ہے ——— کیا سورہ بقرہ میں مندرج واقعہ اور تھا اور سورۃ الشعراء میں بیان شدہ واقعہ اور تھا؟ جبکہ حضرت موسیٰؑ اور آپ کی قوم کا سمندر سے گزرنا اور فرعون کا غرق ہو جانا ایک ہی واقعہ معلوم ہے۔

تو اگر جوار بھاٹا کے نتیجہ میں پانی ہٹ کر خشک راستہ بن گیا تھا تو پھر سونٹا مارنے کا حکم دینے کی

کیا ضرورت تھی ـــــ فَرَقْنَا (ہم نے پھاڑا) کے نتیجہ میں دو ٹکڑوں کا ہو جانا ضروری ہے۔ جوار بھاٹا کے عمل کے نتیجہ میں پانی دو ٹکڑے نہیں ہوتا بلکہ سارے کا سارا چڑھ آتا ہے پھر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔

پھر سورہ یونس کی آیت ۹۱ وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ الْبَحْرَ کے الفاظ میں کہ: "اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار گزارا"

حضرت موسیٰؑ اور آپ کی قوم کا سمندر سے گزرنا سمندر کے دو ٹکڑے ہونے کی صورت میں ہو سکتا ہے۔ اگر جوار بھاٹا کے عمل کے نتیجہ میں پانی ہٹ گیا تھا اور خشکی ہو گئی تھی تو ان کا گزرنا سمندر سے نہ تھا بلکہ خشکی پر سے تھا۔

اِن سوالات کے جوابات دینے سے قبل یہ امر ذہن نشین رہے کہ قرآن مجید میں ایک ہی واقعہ کو مختلف مقامات پر مختلف صورتوں اور نوعیتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ اگر ایک مقام میں "ایجاز" ہے تو دوسرے مقام پر "ایضاح" ہے جو قرآن مجید کا اعجاز ہے۔ نیز ان واقعات میں آئندہ کے لئے پیشگوئیاں بھی ہیں جو مختلف سورتوں میں محل و مقام کے مناسب بیان ہوئی ہیں اس لئے یہ کہنا کہ "کیا یہ موقف ممکن ہے کہ سورۃ البقرہ میں مندرج واقعہ اور تھا اور سورۃ الشعراء کی آیت ۶۴ کا واقعہ اور تھا کیونکہ سورۃ البقرہ میں ساتھ ہی غرق ہونے کا ذکر ہے" درست نہیں۔ واقعہ ایک ہی ہے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ (الثانی) نور اللہ مرقدہٗ نے اِس بارہ میں جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ قرآن مجید کی آیات کے معانی و مفاہیم کے ہم آہنگ اور عین واقعات کے مطابق ہے۔

سائل کا یہ کہنا کہ جوار بھاٹا کے نتیجہ میں سمندر کا درمیان سے پھٹ کر دو ٹکڑے ہو جانا ناممکن ہے بالکل بجا اور درست ہے۔ لیکن یہ غلط فہمی اس بناء پر پیدا ہوئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل نے خروج مصر کے وقت جو راستہ اختیار کیا تھا وہ صحیح طور پر متعین نہیں ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے شارحین تورات اور پھر اُن کے تتبع میں بعض مسلمان مفسرین نے بھی غلطی کھائی ہے ـــــ تورات میں لکھا ہے: "بلکہ خدا ان کو چکر کھلا کر بحرِ قلزم کے بیابان کے راستہ سے لے گیا۔" (خروج باب ۱۳- آیت ۱۸)

بحرِ قلزم کی غلطی کی اصلاح

جیویش پبلیکیشن سوسائٹی آف امریکہ کے زیرِ اہتمام بائبل کا ایک نیا ترجمہ انگریزی زبان میں ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا۔ اخبار نیویارک ٹائمز کے مطابق یہودی کے مترجمین نے قدیم ترین نسخوں کو سامنے رکھ کر تیار کیا۔ یہ ترجمہ سابقہ تراجم سے متعدد مقامات پر اختلاف رکھتا ہے خصوصاً سفرِ بنی اسرائیل اور لشکرِ فرعون کے سلسلہ میں یہ ترجمہ بنیادی طور پر سابقہ نظریہ کی کلی طور پر تردید کرتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بحرِ قلزم عبور کیا تھا۔ اب ان کی تحقیق یہ ہے کہ آپ نے بحرِ قلزم کی شمال کی طرف اُس حصہ میں سفر کیا تھا" جہاں پر آجکل نہر سویز ہے" (نیویارک ٹائمز ۱۲ / اکتوبر ۱۹۶۲ء)

حضرت امام جماعت احمدیہ (الثانی) نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ: "سویز کے مقام کے پاس سے

جزر کے وقت پار ہوئے۔ (تفسیر کبیر جلد اوّل صفحہ ۴۲۶)

شارحین تورات کہتے ہیں کہ عبرانی کے الفاظ "یم سوف" کے ہیں جس کا معنی Reed Sea یعنی "نرکل والی جھیل یا دریا" ہے۔ جو غلطی سے Red Sea یعنی بحر قلزم بنا دیئے گئے ـــــ یہ تحقیق ۱۹۶۲ء میں پیش ہوئی۔ حضرت امام جماعت احمدیہ الثانی نور اللہ مرقدہٗ نے ۱۹۴۸ء میں اس کی اصل حقیقت و انکشاف الفاظ میں بیان فرما دی تھی جو قرآن مجید کی صداقت کا ایک بین ثبوت ہے۔

قرآن مجید پر مزید تدبّر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل خروج مصر کے وقت جس راستہ پر گامزن ہوئے وہ مشرق کی طرف تھا اور وہاں زیتون کثرت سے پیدا ہوتا تھا۔ نیز فرعون اور اس کے لشکر نے ان کا تعاقب بھی اسی سمت میں کیا تھا۔ چنانچہ فرمایا:۔

"فَاَتۡبَعُوۡھُمۡ مُّشۡرِقِیۡنَ"

یعنی فرعون اور اس کے لشکر نے حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کا تعاقب مشرق کی طرف کیا۔

مُشۡرِقِیۡنَ کے دو معانی ہیں۔ (۱) نَحۡوَ الۡمَشۡرِقِ یعنی مشرق کی طرف اور (۲) عِنۡدَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ یعنی طلوعِ آفتاب کے وقت ـــــ اوّل الذکر معنی کی رُو سے بحرِ قلزم کی تردید ہوتی ہے اور ثانی الذکر معنی کی رُو سے بائبل کے اس بیان کی تردید ہوتی ہے کہ "وہ رات بھر ایک دوسرے کے سامنے نہیں آئے"۔ (خروج باب ۱۴۔ آیت ۲۰) ـــــ اور "رات کے پچھلے پہر خداوند نے آگ اور بادل کے ستونوں میں سے مصریوں کے لشکر پر نظر کی ....." (خروج باب ۱۴۔ آیت ۲۴)

مُشۡرِقِیۡنَ کے ثانی الذکر معنی کی رُو سے وہ راستہ اختیار کیا جہاں طورِ سیناء ہے اور زیتون اُگتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:۔

"وَشَجَرَۃً تَخۡرُجُ مِنۡ طُوۡرِ سَیۡنَآءَ تَنۡۢبُتُ بِالدُّھۡنِ وَصِبۡغٍ لِّلۡاٰکِلِیۡنَ"

(المؤمنون آیت ۲۱)

یعنی "ہم نے تمہارے لیئے وہ درخت پیدا کیا ہے جو طورِ سیناء سے نکلتا ہے جو اپنے اندر تیل اُگاتا ہے اور کھانے والوں کیلئے سالن لے کر بھی"۔

بحرِ قلزم کے علاقہ میں کوئی زیتون نہیں اُگتا۔ البتہ مشرق کی طرف حجاز اور صحرائے نفود کے علاقے ہیں جہاں بنی اسرائیل نے چالیس سال صحرا نوردی کی ہے وہاں زیتون اُگتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ بنی اسرائیل نے بحرِ قلزم کو ہرگز عبور نہیں کیا تھا بلکہ وہاں سے عبور کیا جہاں نرکل ہوتا ہے اور ایسی جگہ عموماً جھیل ہوتی ہے۔ عبرانی میں اسے "یم سوف" کہتے ہیں۔ مسلمان مفسرین میں سے علامہ ابو حیان الاندلسی نے اپنی تفسیر البحر المحیط میں لکھا ہے "قِیۡلَ یَمُّ اَسَافِ" یعنی گھاس یا نرکل والی جھیل۔

یَم کا لفظ دریا اور جھیل ہر دو پر بولا جاتا ہے۔ یم یا دریا اور بحر کا ایک ساتھ اور قریب ہونا ضروری ہے۔ اور یہ وہ حصّہ ہے جو ڈیلٹا کہلاتا ہے اور اس سے دریائے نیل کی دو شاخیں بحیرہ روم میں گرتی ہیں۔ اس دوآبہ میں بنی اسرائیل آباد تھے اور یہاں سے ان کا خروج ہوا تھا۔ نیل یا اس کی کسی ایک شاخ کا راستہ میں حائل ہونا اور پھر اس کا عبور کرنا ضروری

ہوا۔

وہ راستہ جو بنی اسرائیل نے عبور کیا

مندرجہ بالا وضاحت کے بعد اب ہم وہ راستہ متعین کرتے ہیں جہاں سے بنی اسرائیل کا گزر ہوا تھا اور فرعون اپنے تمام لاؤ لشکر سمیت غرقاب ہوا تھا۔ اس سے جوار بھاٹا کا مسئلہ بھی بآسانی حل ہو جاتا ہے۔

یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ قرآن مجید میں دو لفظ استعمال ہوئے ہیں۔ (۱) یَم اور (۲) بَحر — سمندر کے پھٹنے کے متعلق فرمایا:۔

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ○ (البقرہ: ۵۱)

اور فرعون کی غرقابی کے بارہ میں فرمایا:۔

۱۔ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ج (سورۃ القصص۔ سورۃ الذّٰریٰت)

۲۔ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ (سورۃ الاعراف)

۳۔ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ (سورۃ طٰہٰ)

ان جملہ آیات میں فرعون اور اس کے لشکر کا دریا میں غرق ہونا بیان کیا گیا ہے۔ دریائے نیل کے ڈیلٹا پورٹ سعید کے پاس سے گزر کر بحیرہ روم اور جھیل سربونس (SERBONIS) کے درمیان ایک خشک راستہ تھا جسے بنی اسرائیل نے عبور کیا تھا۔

سمندر اور جھیل آپس میں تقریباً ملے ہوئے تھے، درمیانی خشک راستہ دونوں کے درمیان حدِ فاصل تھا۔ جب مدّ کا وقت ہوتا تو بحیرۂ روم کا پانی زور سے آکر پگڈنڈی کو ڈھانپتے ہوئے جھیل میں جا گرتا تھا۔ گویا سمندر اور جھیل کا پانی یکساں ہو کر ایک سمندر دکھائی دیتا تھا — پھر جب جذر کے وقت پانی ہٹ جاتا تو درمیانی راستہ دوبارہ ظاہر ہو جاتا — یہ وہ راستہ ہے جو حضرت موسیٰؑ نے خدا تعالیٰ کے حکم سے اختیار فرمایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ○ (طٰہٰ آیت ۷۸)

کہ ”میرے بندوں کو رات کے اندھیرے میں نکال کر لے جا پھر ان کو سمندر میں ایک راستہ بنا جو خشک ہو — لَا تَخَافُ دَرَكًا پکڑے جانے کا بھی خوف نہیں ہوگا، وَلَا تَخْشٰى اور نہ سمندر کی تباہی کا ڈر“۔

یہی وہ خشک راستہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اختیار کیا — یَبَس کے معنی اَلْيَبْسُ مَعَ الرُّطُوْبَةِ کے ہیں۔ یعنی ”وہ خشک مٹی جو مرطوب ہو“ لَا تَخَافُ دَرَكًا میں جھیل سربونس (Serbonis) کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو کئی میل لمبی اور بہت گہری تھی — عربی میں دَرْك کے معنی ”پکڑے جانا“ کے علاوہ ”اَقْصٰى قَعْرِ الشَّيْءِ“ بھی ہیں۔ یعنی ”وہ پاتال جو نہایت گہرا اور عمیق ہو“ یہ جھیل بھی بہت گہری تھی۔

دَرْك ”پاتال کی انتہاء کو بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ

منافقوں کے بارہ میں فرمایا :-

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ۔ (النساء)

اِن مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں اگر مدوجزر کے وقت سمندر کے پانی کا چڑھنا اور اُترنا مراد لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہو گا اور اس پر وَاِذْ فَرَقْنَا بِکُمُ الْبَحْرَ کے معنی بھی صادق آئیں گے۔ اور یہ جوار بھاٹا کے سبب ہوا۔

عربی زبان خدا تعالیٰ کی زبان ہے جس میں قرآن مجید کی وحی نازل ہوئی۔ اس کے ایک ایک لفظ میں وہ معارف اور اسرار موجود ہیں جن سے دیگر زبانیں کلیۃً عاری ہیں۔ اب اس لفظ " فَرَقَ " میں دو مفہوم پائے جاتے ہیں۔ (۱) سمندر کا پھٹ جانا اور (۲) پھٹ کر دوبارہ مل جانا۔ گویا یہ اضداد میں سے ہے۔ جیسا کہ ظَنَّ کا لفظ ہے۔ اس میں " شک " کے معنی بھی ہیں اور " یقین " کے بھی ـــــ گویا مخالف معنی میں بھی ایک قسم کی مشارکت پائی جاتی ہے۔ اسی لیئے فَرَقَ کا لفظ لاکر سمندر کا پھٹنا اور دوبارہ مل جانا جو جوار بھاٹا کی وجہ سے ہوتا ہے، واضح کر دیا ہے ـــــ

حضرت المصلح الموعود نور اللہ مرقدہٗ نے بھی فرمایا ہے :-

" ..... یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن کے الفاظ سے ہرگز ثابت نہیں کہ سمندر دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔" (تفسیر کبیر جلد اوّل ص۴۲۶)

جب جوار بھاٹا کا وقت آتا تو جزر کے موقعہ پر جھیل سے پانی ہٹ جاتا۔ گویا یہ عمل سمندر کے پھٹنے کے باعث ہی ہوا۔

اب فَکَانَ کُلُّ فِرْقٍ کَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ کے سمجھنے میں ذرہ بھر مشکل نہیں رہی۔ کُلُّ فِرْقٍ سے مراد کُلُّ فَرِیْقٍ ہے۔ ایک فریق جھیل تھی اور دوسرا سمندر ہر دو بوقتِ جزر عظیم ٹیلے یا تودے کا منظر پیش کر رہے تھے۔ تورات میں بھی ہے :-

" تیرے نتھنوں کے دم سے پانی کا ڈھیر لگ گیا۔ سیلاب تودے کی طرح سیدھے کھڑے ہو گئے۔" (خروج باب ۱۵ آیت ۸)

جن لوگوں کو سمندر میں سفر کرنے کا موقعہ میسّر آیا ہے وہ بتا سکتے ہیں کہ سمندری طوفان کے وقت پانی کی بلند دیواریں بن کر جہاز کو چھپا لیتی ہیں۔ ایسی تصاویر اکثر اخبارات میں بھی شائع ہوتی رہتی ہیں۔

حضرت المصلح الموعود نور اللہ مرقدہٗ کے اقتباس کے ساتھ اِس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں :-

" اب ظاہر ہے کہ قرآن کریم کا یہ منشاء ہوتا کہ اِس وقت سمندر دو ٹکڑوں میں پھٹ گیا تو کُلّ کا لفظ جو نکرہ منفرد پر آتا ہے کبھی استعمال نہ ہوتا۔ پس کُلٌّ کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ اس موقع پر سمندر پھٹا نہ تھا بلکہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا تھا۔"

نوٹ :- جھیل SERBONIS دراصل عربی لفظ ہے جو سَارَ اور بَانَ سے مشتق ہے یعنی پانی چلا اور جدا ہو گیا۔

بنی اسرائیل کی تاریخ کی جڑیں ارض حجاز میں ہیں۔ عبرانی دراصل عربی کی شاخ ہے۔ تورت کو سمجھنے کیلئے جیسا کہ ARABIA AND THE BIBLE کا مصنف جیمس اے منٹگمری لکھتا ہے، ارض حجاز کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ؛

چھٹے سالانہ یورپین اجتماع کے موقع پر

حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی مغربی جرمنی میں تشریف آوری

یورپین اجتماع کا نہایت بابرکت اور کامیاب انعقاد!

اجتماع میں ۱۲ ممالک کے ۳۳۰۰ سے زائد خدام و اطفال کی شرکت

مجلس خدام الاحمدیہ مغربی جرمنی کے زیر اہتمام خدام الاحمدیہ کا چھٹا سالانہ یورپین اجتماع خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ۱۵، ۱۶، ۱۷ ستمبر ۱۹۸۹ء بروز جمعہ ہفتہ اتوار بمقام ناصر باغ گروس گیرو منعقد ہوا۔ اس اجتماع میں ۱۲ ممالک کے تین ہزار تین سو خدام اور دو سو سے زائد اطفال نے شرکت کی جن میں جرمنی سے شامل ہونے والے ۳۱۹۵ خدام بھی شامل ہیں۔ جماعت احمدیہ کی دوسری صدی میں منعقد ہونے والے اس اجتماع کی سب سے اہم خصوصیت حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ازراہ شفقت اجتماع کے موقع پر تشریف آوری تھی۔ خدام کو حضور اقدس کے روح پرور خطابات سننے کے علاوہ مجالس عرفان سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔ علاوہ ازیں ملاقاتوں کے دوران میں اپنے آقا سے ذاتی طور پر ملنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ حضور اقدس اپنے قیام کے دوران دیگر جماعتی مصروفیات کے باوجود زیادہ وقت خدام کو دیتے رہے۔ حضور اقدس کے انتہائی شفقت بھرے سلوک کو لفظوں میں بیان کرنا ناممکن ہے۔ علاوہ ازیں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے نائب صدر مکرم حافظ مظفر احمد صاحب نے بھی اجتماع میں شمولیت اختیار کی۔

تیاری اجتماع: اجتماع کے جملہ انتظامات کے لیے نیشنل قائد مغربی جرمنی مکرم فلاح الدین خان صاحب کی زیر نگرانی ایک انتظامیہ کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں چوبیس مختلف شعبہ جات قائم کیے گئے اجتماع کمیٹی کے اجلاسات میں انتظامات کو آخری

شکل دی گئی اور خدام نے شب و روز وقارِ عمل کر کے صفائی، تزئین و ترتیب وغیرہ کے کام بفضلِ تعالیٰ وقت پر ختم کر لئے۔

اجتماع میں شمولیت کیلئے حضور اقدس کی آمد:۔

حضور اقدس مورخہ ۱۴ ستمبر ۸۹ء بروز جمعرات شام پانچ بجے کے قریب ہالینڈ سے فرینکفرٹ تشریف لائے تو بیت میں موجود احباب نے حضور اقدس کا پُرتپاک استقبال کیا۔

حضور اقدس بیت نور میں اپنی آمد کے کچھ ہی دیر بعد یونامیس احمدیہ سینٹر (جو کہ فرینکفرٹ میں ایک بڑا ہال کرایہ پر لیا گیا ہے) تشریف لے گئے جہاں سب سے پہلے حضور اقدس نے دفاتر کا معائنہ کیا۔

بعد ازاں حضور اقدس نے نیشنل مجلس عاملہ کی میٹنگ طلب فرمائی اور مختلف امور سے متعلق اپنی زرّیں نصائح سے نوازا۔ مغرب و عشاء کی نمازیں بھی حضور اقدس نے یونامیس سینٹر میں ہی پڑھائیں اور رات کے گیارہ بجے کے قریب حضور اقدس اپنی قیام گاہ بیت نور واپس تشریف لے گئے۔

اس مرتبہ مقامِ اجتماع کو نہایت خوبصورت طریق پر سجایا گیا۔ رنگ برنگی جھنڈیاں اور روشنیاں لگانے کے علاوہ اسٹیج والے حصہ کو خاص طور پر مزین کیا گیا تھا۔ ۱۲×۲۰ فٹ بڑا جوبلی کا نشان اسٹیج کے عقبی حصہ پر آویزاں کیا گیا تھا جو نہایت دلکش منظر پیش کر رہا تھا۔

دو بجے حضور اقدس بیت نور سے ناصر باغ تشریف لائے۔ حضور اقدس کے ناصر باغ پہنچنے پر خدام نے نہایت والہانہ عقیدت کے ساتھ پُروقار طریق پر حضور کو خوش آمدید کہا۔

بعد ازاں حضور نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور نماز جمعہ و عصر پڑھائی۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور اقدس پرچم کشائی کی تقریب کے لئے باہر تشریف لے گئے۔ پرچم کشائی کی تقریب میں اس مرتبہ خدام و اطفال نے ترانہ بعنوان "خدام احمدیت" حضور اقدس کی خدمت میں پیش کیا۔ ازاں بعد حضور نے یورپین ممالک کے امراء، مربیان، نیشنل قائدین، ریجنل قائدین، قائدین مجالس کو مصافحہ کا شرف بخشا۔ جس کے بعد افتتاحی خطاب کے لئے پنڈال میں تشریف لے گئے۔

افتتاحی خطاب کے بعد متعدد احباب و خواتین کو حضور اقدس سے انفرادی ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ ملاقاتوں کے پروگرام کے بعد حضور اقدس نماز مغرب و عشاء کے لئے پنڈال میں تشریف لے گئے۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور مجلس عرفان میں رونق افروز ہوئے۔ یہ مجلس رات گیارہ بجے تک جاری رہی۔

۱۶ ستمبر اس یورپین اجتماع کا دوسرا دن تھا۔ اجتماع کا پروگرام ۹ بجے شروع ہوا۔ ۹ بجے سے لیکر ایک بجے تک ورزشی مقابلہ جات منعقد ہوئے۔

فائنل کبڈی میچ میں حضور انور کی تشریف آوری

حضور انور ازراہِ شفقت دن ایک بجے کبڈی کا فائنل میچ ملاحظہ فرمانے کے لئے گراؤنڈ میں تشریف لائے۔ حضور نے دونوں ٹیموں کو شرفِ مصافحہ بخشا۔

حضور تقریباً آدھ گھنٹہ تک وہاں قیام فرما رہے۔ اس کے بعد مختصراً مارشل آرٹس کا مظاہرہ بھی حضور نے ملاحظہ فرمایا۔ اسی طرح نماز عصر کے بعد آرچری (تیر اندازی) کا ایک مظاہرہ دیکھا جس میں ایک جرمن تیر اندازی کے ماہر کے علاوہ ہبۃ النور فرحاخن صاحب امیر جماعت احمدیہ ہالینڈ اور عبداللہ واگس ہاؤزر صاحب امیر جماعت مغربی جرمنی نے تیر اندازی کا مظاہرہ کیا۔

حضور انور کا خطاب:

حضور اقدس نے اپنے دورے کی مصروفیات کی وجہ سے اجتماع کے آخری روز اختتامی خطاب ارشاد فرمانے کی بجائے دوسرے دن الوداعی خطاب فرمایا۔ کیونکہ اگلے روز حضرت اقدس نے ہمبرگ میں نئے خریدے گئے مشن ہاؤس کے معائنہ کے لیے تشریف لیجانا تھا چنانچہ حضور اقدس نے اپنے الوداعی خطاب میں خدام کو اپنی زریں نصائح سے نوازا اور انہیں ایک مثالی خادم بننے کی تلقین فرمائی۔ اس خطاب سے قبل حضور اقدس نے دورانِ سال حُسنِ کارکردگی کے لحاظ سے اوّل آنے والی مجالس کو سنداتِ خوشنودی اور انعامی شیلڈ سے نوازا۔ چھوٹی مجالس میں سے دورانِ سال مجلس TRIER اور بڑی مجالس میں سے مجلس STADE اوّل قرار پائیں۔ اسی طرح مجلس GOTTINGEN بہترین داعی الی اللہ مجلس قرار پائی۔ اگلے روز مورخہ ۱۷ ستمبر کو حضور اقدس صبح ۹ بجے کے قریب ہمبرگ کیلئے تشریف لے گئے۔

اجتماع کے تیسرے روز دوپہر ایک بجے تک خدام کے بقیہ علمی و ورزشی مقابلہ جات منعقد ہوئے۔

سہ پہر تین بجے اس اجتماع کے اختتامی اجلاس کا آغاز مکرم حافظ مظفر احمد صاحب نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی زیر صدارت مکرم نصیر الحق صاحب آف سویڈن کی تلاوت قرآن کریم سے شروع ہوا جس کے بعد مکرم مجاہد جاوید صاحب نے بانی خدام الاحمدیہ حضرت مصلح موعود کی نظم "نونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے" خوش الحانی سے سُنائی۔ بعد ازاں مکرم فلاح الدین احمد خان صاحب نیشنل قائد مغربی جرمنی نے اجتماع کی رپورٹ پیش کی جس کے بعد ایک انتہائی دلچسپ فیچر پروگرام "شہدائے احمدیت" مکرم الطاف قدیر صاحب اور عدنان منظور صاحب نے پیش کیا۔ نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ مکرم حافظ مظفر احمد صاحب نے آدھ گھنٹہ تک خدام کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے دلنشیں انداز میں نصائح فرمائیں جس کے بعد دورانِ اجتماع علمی و ورزشی مقابلہ جات میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے خدام و اطفال میں انعامات تقسیم فرمائے۔

آخر میں خدام الاحمدیہ کے عہد اور دعا کے ساتھ اس بابرکت اور کامیاب اجتماع کا اختتام ہوا۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس اجتماع کو خدام کی تعلیم و تربیت کے لحاظ سے دُور رس اثرات کا موجب بنائے۔ آمین

چھٹے سالانہ یورپین اجتماع میں حاضری کی تفصیل

انگلستان	۸۲	سپین	۲
ناروے	۱۴	سوئٹزرلینڈ	۱
سویڈن	۴	کویت	۱
ڈنمارک	۱	امریکہ	۲
ہالینڈ	۱۰	پاکستان	۷
فرانس	۴	مغربی جرمنی	۳۱۶۵

ظلمتِ غرب میں نور کی کرنیں

؏ روشن کہیں بہار کے امکاں ہوئے تو ہیں

سالانہ اجتماع مجلس خدّام الاحمدیہ امریکہ

مجلس خدام الاحمدیہ امریکہ کا سالانہ اجتماع ۲۵، ۲۶ اور ۲۷ اگست کو منعقد ہوا۔ اس اجتماع کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ یہ جماعت احمدیہ کی دوسری صدی میں امریکی خدام کا پہلا نیشنل اجتماع تھا۔ نیز یہ اجتماع اُس قطعۂ زمین پر منعقد ہو رہا تھا جس پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے مطابق امریکہ کے نیشنل ہیڈ کوارٹرز تعمیر ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

اجتماع کے جملہ انتظامات کے لئے کئی کمیٹیاں تشکیل دے کر اُن کے الگ الگ انچارج مقرر کئے گئے تھے جنہوں نے کئی ماہ تک اجتماع کی کامیابی کے لئے بڑی محنت اور محبت سے کوشش کی۔ دس ایکڑ پر پھیلے ہوئے مقامِ اجتماع کو کئی وقارِ عمل کر کے تیار کیا گیا تھا۔ بجلی کی سپلائی کا مناسب بندوبست کیا گیا۔ پارکنگ اور آمد و رفت کے انتظامات کئے گئے اور والی بال اور باسکٹ بال کے کورٹس تیار کئے گئے تھے۔ تقریباً پچھتّر خیمے لگائے گئے جو سرسبز میدان پر خوبصورت آرٹ ورک کی طرح پھیلے ہوئے تھے۔ ان مختلف النوع انتظامات میں مکرم ڈاکٹر مسعود احمد صاحب (نمائندہ امیر صاحب امریکہ) کی مشاورت اور راہنمائی حاصل رہی۔

۲۵ اگست نمازِ جمعہ و عصر کی ادائیگی کے بعد افتتاحی اجلاس شروع ہوا جس کی صدارت مکرم مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم مربی انچارج جرمنی نے کی۔ تلاوت، عہد اور نظم کے بعد مکرم کلیم صاحب نے اپنے خطاب میں کبر، حرص اور حسد سے بچنے اور اپنے اندر یقین اور ایمان پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ شام کو مختلف جسمانی کھیلوں کے مقابلے ہوئے عشائیے اور نمازِ مغرب و عشاء کی ادائیگی کے بعد کے پانچ بنیادی ستونوں کے موضوع پر دلچسپ مجلس سوال و جواب ہوئی۔ اس اجلاس کی صدارت مکرم انعام الحق صاحب کوثر نے کی۔

اجتماع کے دوسرے دن یعنی ۲۶ اگست کا آغاز نمازِ تہجد سے کیا گیا۔ نمازِ فجر، درس اور ناشتہ کے بعد علمی مقابلہ جات ہوئے جن میں تلاوت، نظم اور تقریری مقابلے شامل تھے۔ ظہر و عصر کی نماز کے

بعد کھیلوں کے مقابلے ہوئے۔ کھیلوں میں والی بال، باسکٹ بال، فٹ بال اور دَوڑیں وغیرہ شامل تھیں مغرب و عشاء کی نمازوں کے بعد مکرم سید ساجد احمد صاحب نیشنل قائد نے اپنے دورہ ربوہ اور صدر صاحب خدام الاحمدیہ مرکزیہ سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا۔ آپ نے جماعتی کتب اور مرکزی رسائل کی خریداری بڑھانے کی تحریک بھی کی جس پر مختلف مجالس کی طرف سے بیسیوں خریداریاں مہیا کرنے کے وعدے ہوئے۔ بعد ازاں ایک مجلس سوال و جواب منعقد ہوئی۔

تیسرے اور آخری دن کا آغاز بھی نمازِ تہجد سے ہوا۔ نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد درسِ قرآن دیا گیا۔ بعد ازاں دینی اور عام معلومات میں خدام کا تحریری امتحان اور اطفال کے علمی مقابلے منعقد ہوئے۔

اجتماع کا اختتامی اجلاس مکرم مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم کی صدارت میں ہوا۔ تلاوت، عہد اور نظم کے بعد ایک غیر از جماعت چینی دوست نے احمدیت کے بارے میں اپنے نیک تاثرات کا اظہار کیا۔ مکرم مولانا کلیم صاحب نے اپنے خطاب میں خدام کے عہد کی اہمیت اور اُسے پورا کرنے کی ضرورت واضح کی۔ آپ نے دعوت اِلی اللہ کے کام میں پوری ہمت اور توجہ سے مشغول ہو جانے کی ضرورت پر زور دیا۔

مختلف علمی و جسمانی مقابلے جیتنے والوں میں انعامات تقسیم کئے گئے اور سارے ملک میں کارکردگی کی بناء پر اوّل آنے پر ہیوسٹن کی مجلس کو بہترین مجلس کا خصوصی انعام دیا گیا۔ دعا پر اجتماع کا بخیر و خوبی اختتام ہوا۔ اِس اجتماع میں دُور و نزدیک کی کُل بیس مجالس کی نمائندگی ہوئی جو گزشتہ سب سالوں سے زیادہ تھی۔ الحمد للہ۔ رپورٹنگ کے لئے ٹی۔ وی اور مختلف مقامی اخبارات کے نمائندے تشریف لائے ہوئے تھے۔

ناروے میں تیسرے سالانہ سکنڈے نیوین اجتماع کا انعقاد

مجلس خدام الاحمدیہ ناروے کے زیرِ اہتمام یکم۔ ۲ر جولائی ۱۹۸۹ء کو تیسرا سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ بمقام اوسلو منعقد ہوا۔

یکم جولائی بروز ہفتہ افتتاحی اجلاس کی صدارت مکرم ہبۃ النور فرحاخن صاحب امیر جماعتہائے احمدیہ ہالینڈ نے کی۔ تلاوت کے بعد ذیلی تنظیموں کے عہد اردو اور نارویجن میں دہرائے گئے۔ مکرم امیر صاحب نے اپنے افتتاحی خطاب میں تخلیقِ آدم کے مقصد یعنی عبادت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے نماز، دُعا اور باہمی اخوت و محبت کی ضرورت کا ذکر فرمایا اور غلبۂ احمدیت کے لئے دعوت اِلی اللہ کی طرف توجہ کرنے کی نصیحت فرمائی بعد میں صدر صاحب مجلس انصار اللہ مرکزیہ اور صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے خصوصی پیغامات پڑھ کر سنائے گئے۔

پہلے روز کا دوسرا اجلاس مکرم عبد المجید عامر صاحب امیر و مشنری انچارج ڈنمارک کی زیرِ صدارت ہوا۔ تلاوت کے بعد علمی و ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔

۲ر جولائی کو اجتماع کے تیسرے اجلاس کی صدارت مکرم سید کمال یوسف صاحب امیر و مشنری انچارج سویڈن نے فرمائی۔ تلاوت کے بعد پیغام رسانی اور تقریر کے

مقابلہ جات ہوئے۔ بعد ازاں ورزشی مقابلہ جات کے فائنل کھیلے گئے۔

اختتامی اجلاس کی صدارت بھی مکرم امیر صاحب جماعتہائے احمدیہ ہالینڈ نے کی۔ تلاوت و نظم کے بعد مکرم سید کمال یوسف صاحب نے اجتماع کے کامیاب انعقاد پر مکرم امیر صاحب ناروے کا شکریہ ادا کیا۔ اسی طرح مکرم عبدالمجید عامر صاحب نے بھی جماعت احمدیہ ناروے کو مبارک باد پیش کی اور ایسی مجالس سے حاصل کی گئی مذہبی و روحانی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی طرف توجہ دلائی۔ بعد میں خدام و اطفال میں علمی، ورزشی اور تنظیمی مقابلہ جات کے انعامات تقسیم کیئے گئے۔

مکرم امیر صاحب ہالینڈ نے اپنے اختتامی خطاب میں سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی کرنے اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی کشتی نوح میں بیان فرمودہ تعلیمات کو مشعلِ راہ بنانے کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایمان اور اعتقاد ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس سے اصلاح و فلاح کا حصول ممکن ہے۔ اس کے بعد مکرم رائے عبدالقدیر صاحب نیشنل قائد ناروے اور مکرم زرتشت منیر خان صاحب قائم مقام امیر ناروے نے اپنی مختصر تقاریر میں امیر صاحب ہالینڈ اور سویڈن، ڈنمارک اور جرمنی سے آئے ہوئے خدام و اطفال کا شکریہ ادا کیا۔ اجتماعی دعا پر یہ اجتماع بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

اجتماع کے انعقاد کے سلسلہ میں تمام ذیلی تنظیموں نے ان تھک محنت کی اور بڑے بھرپور طریق پر علمی و ورزشی مقابلہ جات کا اہتمام کیا۔ بہتر کارکردگی کیلئے ناروے کی مجالس خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ نے اپنی اپنی ٹرافی وصول کی۔ اجتماع کی مجموعی حاضری ۲۸۰ تھی۔

امسال مقامی اجتماع پر پہلی بار لوائے احمدیت کے ساتھ ناروے، سویڈن اور جرمنی کے پرچم بھی لہرائے گئے۔ مقامی اخبارات کے علاوہ ناروے کے سب سے کثیر الاشاعت اخبار "آفتن پوستن" سے بھی اجتماع کی خبروں اور تصاویر کو نمایاں طور پر شائع کیا۔ اور اس طرح بفضل اللہ تعالیٰ احمدیت کے پیغام محبت و مودت کی وسیع پیمانے پر اشاعت ہوئی۔

مجلس خدام الاحمدیہ وحدت کالونی لاہور کا مثالی وقارِ عمل

مجلس خدام الاحمدیہ وحدت کالونی لاہور نے ۹ر جون ۱۹۸۹ء کو ایک شاندار "مثالی وقارِ عمل" کا انعقاد کیا۔ وقارِ عمل کے لیئے وحدت روڈ سے تین کلومیٹر دور ایک گاؤں "شاہ دی کھوئی" کا انتخاب کیا گیا تھا۔ گاؤں کے نمبردار اور سرکردہ افراد نے نہ صرف یہ کہ وقارِ عمل کے لیئے مختلف کام تجویز کیئے بلکہ حیرت اور مسرت کے تاثرات کے ساتھ خود بھی شامل ہونے پر رضامندی کا اظہار کیا۔ چنانچہ ۹ر جون بروز جمعہ قائد صاحب مجلس کی راہنمائی اور دعاؤں کے جلو میں خدام کا قافلہ صبح ۴۵-۶ پر گاؤں پہنچا۔ کاموں کی نوعیت کے اعتبار سے چار گروپ تشکیل دیئے گئے اور انتہائی محنت اور لگن کے ساتھ مندرجہ ذیل کام انجام دیئے گئے:۔

۱- ایک کچے اور خستہ مکان کو گرا کر اینٹیں اور چھت کا جملہ سامان الگ کیا گیا۔ اس کام میں ۲۰ خدام اور پانچ غیر از جماعت دوستوں نے تقریباً ۱½ گھنٹہ تک کام کیا۔ نگرانی مکرم زعیم صاحب حلقہ رحمان پورہ نے کی۔

۲- لمبی لائن لگا کر باہر سڑک سے دس ہزار اینٹیں ایک زیر تعمیر مکان کے اندر پہنچائی گئیں۔ کچے اور ناقابل استعمال راستوں کی درستگی اور صفائی کی گئی۔ اس کام میں ۵۲ خدام اور ۸ غیر از جماعت دوستوں نے حصہ لیا اور نگرانی زعیم صاحب حلقہ اچھرہ نے کی۔

۳- تقریباً تین ہزار گز لمبی پانچ گلیوں میں جھاڑو پھیر کر ان کی صفائی کی گئی اور چھڑکاؤ کیا گیا۔ اس کام میں کل ۸۵ خدام، اطفال اور غیر از جماعت دوستوں نے حصہ لیا۔

۴- ایک غریب ضرورت مند کے مکان کی تعمیر میں مدد دی گئی۔ کل ۲۳ خدام، اطفال اور غیر از جماعت احباب نے اس کام میں حصہ لیا جو صبح سات بجے سے شروع ہو کر دوپہر بارہ بجے تک جاری رہا۔ اس طرح تین مستریوں کی مدد سے دو کمروں کی دیواریں چھتوں تک تعمیر کر دی گئیں۔

چاروں گروپوں کی کل حاضری ۱۹۴ تھی، جس میں ۱۴ غیر از جماعت دوست شامل تھے۔

ان تمام ٹھوس اور بھرپور کاموں کی انجام دہی کے دوران مکرم قائد صاحب، زعماء صاحبان اور خدام و اطفال کا جوش و خروش اور جذبہ دیدنی تھا جسے غیر بھی سراہے بغیر نہ رہ سکے۔ اگرچہ بعض لوگوں نے معاندانہ رویہ کا اظہار کیا اور چند ایک نے دشنام طرازی بھی کی مگر بالعموم گاؤں کے لوگوں کا رویہ انتہائی معاونت اور محبت کا رہا۔ سینکڑوں راہ گیروں نے بھی بڑی حیرت اور بے یقینی کے ساتھ ان عجیب مناظر کو دیکھا۔ کیا آج کے دور میں ایسے بے لوث لوگ ابھی موجود ہیں؟ کیا کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے نوجوان کسی گاؤں کی گلیوں میں جھاڑو لگا سکتے ہیں اور مزدوری کر سکتے ہیں؟ یہ لوگ کون ہیں، کیا چاہتے ہیں؟

اہالیان گاؤں کو ایسے بہت سے سوالوں میں اور ان کے جواب ڈھونڈنے میں مصروف چھوڑ کر ہم شاداں و فرحاں واپس لوٹ آئے۔

ان سے ملیئے!
اور
ان کی تقلید کیجئے!

مجلس خدام الاحمدیہ ملتان کینٹ کے ایک مخلص خادم ناصر محمود احمد نے امسال ملتان بورڈ کے انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں ۸۷۷/۱۱۰۰ نمبر حاصل کر کے میڈیکل گروپ میں دوسری پوزیشن حاصل کی ہے۔ قبل ازیں میٹرک کے امتحان میں بھی انہوں نے نمایاں کامیابی حاصل کی تھی۔ آپ ملتان کے معروف ڈینٹل سرجن ڈاکٹر ارشد محمود احمد صاحب کے صاحبزادے اور مکرم قاضی محمد اسحق صاحب مرحوم سابق زعیم اعلیٰ انصار اللہ کے پوتے ہیں۔

ناصر محمود احمد نہ صرف ذہین طالب ہیں بلکہ مختلف

(باقی صفحہ ۶۴ پر)

اعلانِ ولادت

محترم مظفر احمد صاحب صابر معتمد مجلس خدام الاحمدیہ ناروے کو اللہ تعالیٰ نے ۲۸ ستمبر ۱۹۸۹ء کو بیٹا عطا کیا ہے۔ حضور نے بچے کا نام عبدالحی تجویز فرمایا ہے نومولود وقفِ نو میں شامل ہے۔ مکرم چوہدری غلام رسول صاحب مرحوم جسوکی ضلع گجرات کا پوتا اور مکرم چوہدری نواب دین صاحب مرحوم آف سیالکوٹ کا نواسہ ہے۔

احبابِ جماعت سے بچے کے خادم دین اور مبارک ہونے کے لئے درخواست دعا ہے۔

مکرم مظفر احمد صاحب نے بچے کی ولادت کی خوشی میں مبلغ یکصد روپیہ برائے اعانت خالد بھجوایا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

(مینیجر ماہنامہ خالد ربوہ)

ولادت!

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے برادرم مکرم ظہیرالدین منصور احمد صاحب مہتمم اصلاح و ارشاد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۸۹ء کو بیٹی سے نوازا ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بچی کا نام "مفلحہ مہر" تجویز فرمایا ہے۔ نومولود محترم میاں عبدالرحیم احمد صاحب وکیل الدیوان تحریک جدید کی پوتی اور مکرم سید عبداللہ شاہ صاحب کی نواسی ہے۔

احبابِ جماعت سے بچی کے نیک اور خادمہ دین ہونے کے لیے دعا کی درخواست ہے۔

(مینیجر خالد ربوہ)

درخواست دعا

مکرم ناصر احمد خان صاحب فیکٹری ایریا شاہدرہ لاہور نے بی۔ ایس سی کا امتحان دیا ہوا ہے وہ امتحان میں نمایاں کامیابی کیلئے احباب سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

مکرم ناصر احمد خان صاحب نے اعانت خالد کے لئے مبلغ یکصد روپیہ ارسال فرمایا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء

(مینیجر ماہنامہ خالد۔ ربوہ)

"خالد" کو ترقی دینا اور اس کی اشاعت بڑھانا نیز اس کی مالی معاونت کرنا ہر خادم کا فرض ہے۔! (مینیجر خالد)

اکتوبر نومبر ۱۹۸۹ء

خالد ربوہ

انتظامیہ کی طرف سے جاری کردہ
اجازت نامہ برائے اجتماع

(مجلس خدام الاحمدیہ ۱۹۸۹ء)

From
The District Magistrate,
Jhang.

To
Mirza Khurshid Ahmad, Nazir Aamoor Aama Khudam-ul-Ahmadia
Rabwah.

No. 6107 /GB. Dated. 15.10.89.

Subject:- PERMISSION TO USE ~~LOUDSPEAKER~~ MAGA PHONE. IN CONNECTION WITH IJTEMA KHUDAM-UL-AHMADIA SALANA AND ITFAL-UL-AHMADIA SALANA IN HORSE RACE GROUND AND IN BAIT-UL-AQSA, RABWAH.

MEMORANDUM.

Reference your application dated
on the subject noted above.

As recommended by the Superintendent of Police Jhang, you are allowed to use loudspeaker in connection with Hors Race/ground in Bait Aqsa and Terbeiti Programme of Education & exercises wef. 20.10.89 to 22.10.89. subject to the following conditions :-

1. No sectarian/political/religious, communal and controversial issue shall be touched directly or indirectly.
2. The face of amplifire of the ~~Loudspeaker~~ Magaphone shall be turned insider towards the audience and the volume of the sound shall be reasonable low tone.
3. Loudspeaker shall be used within the forewall/premises of Ihata Bait Aqsa ~~xxx~~ Rabwah.
4. Loudspeaker shall not be used at the time of Azan/prayer.
5. Loudspeaker shall not be used for publicity/announcement.

magsud

for District Magistrate,
J H A N G.

No. /GB. Dated. 15/4

A copy is forwarded to the:-
1) Superintendent of Police, Jhang;
2) Assistant Commissioner, Chiniot;
3) City/Illaqa Magistrate, Rabwah;

for information and necessary action.

for District Magistrate,
J H A N G.

* Allah Yar *

جاری شدہ اجازت نامہ دوران اجتماع منسوخ کردیا گیا (منسوخی کے حکم نامہ کی نقل)

From

The District Magistrate,
Jhang.

To

Mirza Khurshid Ahmad, Nazir Aamoor Aama Khudam-ul-Ahmadia
Rabwah.

No. 6107 /GB. Dated. 15.10.89.

Subject:- PERMISSION TO USE ~~LOUDSPEAKER~~ MAGA PHONE IN CONNECTION WITH IJTEMA KHUDAM-UL-AHMADIA SALANA AND ITFAL-UL-AHMADIA SALANA IN HORSE RACE GROUND AND IN BAIT-UL-AQSA, RABWAH.

MEMORANDUM.

Reference your application dated
on the subject noted above.

As recommended by the Superintendent of Police Jhang, you are allowed to use loudspeaker in connection with Hors Race/ground in Bait Aqsa and Terbeiti Programme of Education & exercises w.e.f. 20.10.89 to 22.10.89.
subject to the following conditions :-

1. No sectarian/political/religious, communal and controversial issue shall be touched directly or indirectly.
2. The face of amplifire of the ~~loudspeaker~~ Megaphone shall be turned insider towards the audience and the volume of the sound shall be reasonable low tone.
3. Loudspeaker shall be used within the forewall/ premises of Ihata Bait Aqsa ~~and~~ Rabwah.
4. Loudspeaker shall not be used at the time of Azan/prayer.
5. Loudspeaker shall not be used for publicity/ announcement.

for District Magistrate,
J H A N G.

No. /GB. Dated.

A copy is forwarded to the:-
1) Superintendent of Police, Jhang;
2) Assistant Commissioner, Chiniot;
3) City/Illaqa Magistrate, Rabwah;

for information and necessary action.

Sd/-
for District Magistrate,
J H A N G.

* Allah Yar *

As directed by worthy D.M. Jhang the permission has been withdrawn.
17/10.

تقریب رخصتانہ

مکرم برادرم قاضی منیر احمد صاحب پرنٹر ماہنامہ خالد و تشحیذ الاذہان کی صاحبزادی مکرمہ محمودہ منیر صاحبہ کی تقریب رخصتانہ مورخہ ۸ر نومبر ۱۹۸۹ء کو انجام پائی۔ تقریب کا آغاز تلاوتِ قرآن مجید سے ہوا جو مکرم حافظ قاری محمد عاشق صاحب نے کی۔ بعدازاں مکرم بکر عبید صاحب آف تنزانیہ نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا شیریں کلام اپنی نہایت خوبصورت اور دلکش آواز میں سنایا۔ بعدازاں محترم مولانا سلطان محمود صاحب انور ناظر اصلاح و ارشاد نے عزیزہ موصوفہ کے نکاح کا اعلان ہمراہ عزیز مکرم حبیب الرحمٰن صاحب غوری ابن ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب اتالیق مرحوم دس ہزار روپے حق مہر پر فرمایا۔ بعدازاں حضرت مولوی محمد حسین صاحب رفیق حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے دعا کروائی۔

اگلے روز محترم ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب اتالیق کی رہائش گاہ پر دعوتِ ولیمہ کا انعقاد ہوا۔

عزیزہ محمودہ منیر صاحبہ حضرت قاضی محمد نذیر صاحب لائل پوری کی پوتی ہیں۔

احباب جماعت سے اس رشتہ کے ہر لحاظ سے مبارک اور مثمر بثمراتِ حسنہ ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ (مینیجر ماہنامہ خالد و تشحیذ ربوہ)

ولادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے برادرم مکرم شمیم پرویز صاحب معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو مورخہ ۳۰ر اکتوبر ۱۹۸۹ء کو دو بچیوں کے بعد بیٹے سے نوازا ہے۔ بچے کا نام "اسامہ شمیم احمد" رکھا گیا ہے۔

نومولود مکرم چوہدری محمد ابراہیم صاحب آف جھنگ صدر کا پوتا ہے اور مکرم مرزا محمد صدیق صاحب آف فیصل آباد کا نواسہ ہے۔

احباب جماعت سے بچے کے نیک اور خادم دین ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

(مینیجر خالد۔ ربوہ)

MONTHLY **KHALID** RABWAH

Regd. No. L5830 October NOVEMBER 1989

Editor: KHALID MASOOD

مکرم حافظ مظفرؔ احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

از ۱۹۸۹-۹۰ء